

شانی ایشین

یعنی ضیفہ اول حضرت صابق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مختصر
و جامع حالات زندگی

مصنفہ

سداوقت مولانا مولوی محمد عبد الحلیم صاحب شہر اید ٹیر دگلداڑہ

جسکو

حکیم محمد سراج الحق صاحب نیچر دگلداڑہ

۱۹۲۵ء میں

دگلداڑہ پر واقع کٹرہ بزن بیگان لکھنؤ میں چھپوایا
شائع کیا

سخن سنج

سخن سنج

سخن سنج

یہ سہ ماہی رسالہ جنوری ۱۹۷۷ء سے جاری ہے جس میں ہر ماہ ایک نیا نیا موضوع پیش کیا جاتا ہے۔
 اس حصہ میں مسلمانانِ پاکستان کی مختصر تاریخ اور ان کے عقائد و اصول پر روشنی ڈالی گئی ہے۔
 قریب سا لاکھ مع محصول ڈاک ۹ روپے کی واسطے ہر کٹکٹ آپنا حصہ لے سکتے ہیں۔ وہ لوگ جن میں رسالہ ملتا
 چندہ دے کر یہ بھی آرڈر کر سکتے ہیں۔

آپ کا خانہ وصلہ رحیم لکھنؤ کا علی عطر

(آپ ایک دفعہ آؤ گے تو دیکھیں)
 عطر کے لیے لکھنؤ مشہور ہے مگر قنوس ہے کہ جو عطر بہ وہ باہر والوں کو نہیں بتاتا کہ کون کس گیل کی
 روانہ ہوئے ہیں۔ ان کے ہاتھ پیر اور ان کے دل و نفس کا خیمہ ان کی غریبوں کو اٹھاتا ہے جو باہر سے
 شگوائے اور بے دیکھے خریدنے پر مجبور ہیں۔ در بعض اشتہار دینے والوں کی یہ حالت ہے کہ وہ بیہ کمالیہ
 اور کبھی چار کو بھجوتے ہیں۔ یہ عام خبر بیان دیکھ کے ہم نے ذمہ لیا ہے کہ باہر کے جو صاحب طلب فرمایا
 ان کے لیے مستحضر اور مستند کارخانوں کے عطر اعلیٰ درجے کے تیل وغیرہ خاص طور پر مہیا کر کے مالِ نجوبی
 جانچ کے پور کھانا خرید کر کے روانہ کر دیا کریں جس کا بہت اچھا اور قابلِ اطمینان انتظام کیا گیا
 ہے۔ عطر کے نشان ایک بار استغناء نہ کرو۔ کچھ لیں کہ ہر ذریعے سے انھیں لکھا اچھا عطر اور
 کن واسوں کو نہاسے۔

عطرون کی فہرست حسب ذیل ہے

عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر

خوشبودار تیلوں کی فہرست ملاحظہ ہو

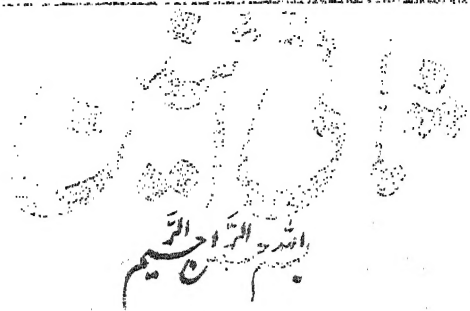
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر

اعلیٰ درجے کا خوشبودار عمدہ با مزہ بناؤ

عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر
عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر	عطر باغی فیروزہ عطر

عطر باغی فیروزہ عطر

آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق شیر دگداز کمرہ بن سگیاں لکھنؤ



نحمدہ و نستغفرہ و نؤمن بہ - و نتوکل علیہ - و نعوذ باللہ من شرور
انفسنا - ومن سرائرنا - من ہمد اللہ فی ہمدہ و فیضہ فلا بدی لہ -
آج کی تاریخ ایک حیثیت سے غم کا دن ہے اور ایک حیثیت سے خوشی
کا دن - غم کا دن اس لیے کہ اسی دن اور آج ہی کی تاریخ رات کے وقت مغرب
و عشا کے درمیان اولین جانشین مسند رسالت و بہترین زینت بخش سر پر طاقت
حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دنیا سے رخصت ہوئے کہ چار سال پہلے
دنیا سے سدھارے اور غمزدہ ہوئے تھے اور یہی خوشی کا دن اس لیے ہے
کہ یار و رسول اہل رسالت کی خدمت اور نبوت کی خلافت کے عہد پر تھے اور جن
اور فرما کے ساری دنیا میں کلمہ لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کر کے اور اپنی راہ پر
برکت زندگی کو ہر قسم کے دینی و دنیوی فضائل سے آراستہ و ممل فرمائے خوش
خوش اس جو اہل رسالت میں پہونچ گئے جسکے شرق میں زمانہ خلافت بھر جیاب
بیرا رہے تھے -

اصل حقیقت یہ ہے کہ ایسے مبارک روز کو بجاے غم عالم کے سرٹھٹا کر
ہی کا دن سمجھنا چاہیے - مرنا برحق ہے - جو دنیا میں آئے تھے وہ دنیا میں آئے
ایک دن جاتا مرنے والی ہے - مگر ہے کہ زندگی کے دنوں میں دنیا میں
لیکن یہ اتنا خوشی کا موقع نہیں ہے جتنا کہ اس کا اس کے لئے ہے کہ
ادا کر کے اہل حق پرستی کی عمل شان دکھائے - یہ ہے کہ اس کے لئے ہے کہ
بزرگانِ اہل سنت سے خیریت، قدی سے چار دن - اور اس سے بھی زیادہ

ہو سکے اُنکی زندگی چاہے کتنی ہی مظلومی سے ختم ہوئی ہو مسلمانوں کے لیے باعثِ ہمت
سرایۂ افتخار۔ اور سچی سرت و شادمانی کا موجب ہے۔

اسی خیال سے میں چاہتا ہوں کہ یہ مبارک دن جس طرح حضرت صدیق اکبر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے اسی طرح میں اسے آپ کی یاد۔
اور آپ کے فضائل و مناقب کے بیان سے تازہ اور زندہ کر دوں۔ اور اپنے
احباب کے سامنے ایک ایسی مبارک اور سراپا برکت زندگی کو پیش کر دوں جو ہر مسلمان
کے لیے فلاح دارین اور دینی و قومی خدمت کا عمل ترین نمونہ ہے۔

ولادت سرورِ عالم رسول خدا صلعم کے دو برس چند ماہ بعد یعنی سنہ ولادت
محمدی اور سنہ ۶ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے معظمہ میں پیدا ہوئے۔
والد عثمان ابی قحافہ۔ بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تميم بن مرہ بن کعب بن
لوی تھے۔ لہذا جس طرح حضرت رسول خدا صلعم کا نسب ساتویں پشت میں
مرہ تک پہنچتا ہے اُسی طرح حضرت صدیق کا نسب بھی ساتویں پشت میں مرہ
سے چلا طے ہے۔ اور دونوں بزرگ ایک ہی دادا مرہ بن کعب کی اولاد ہیں۔

حضرت صدیق کی والدہ محترمہ کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر تھا جو شہر کے سچا
کنی بیٹی اور قبیلے ہی کی لڑکی تھیں۔ اُن کی کنیت ام القریٰ تھی۔ اُن کے بچے زندہ نہ
بچے تھے۔ جناب صدیق اکبر پیدا ہوئے تو گو دین اُٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئیں
اور حضرت رب العزت کی درگاہ میں سر بھجکا کے دعا فرمائی کہ ”خداوند! یہ بچہ
موت سے عقیق (آزاد) رہے“ یعنی اسے زندہ بچا دے۔ یہ دعا قبول ہوئی۔
خدا نے سچے کو اپنی امان میں لے کر پروان چڑھایا۔ اور اسی دن سے عقیق
آپ کا لقب ہو گیا۔ جس کی زمانہ البعد میں دربار رسالت سے اس طرح تائید و تقویت
ہوئی کہ ”آپؐ روزِ آخر سے عقیق“ یعنی عذابِ الہی سے محفوظ ہیں۔

غالباً اسی سنت مراد اور اسی دعا کی مناسبت سے مانا آپ نے آپ کا
نام عبد اللہ رکھ دیا تھا۔ جب بڑے ہوئے اور ایمان لائے تو رسول اللہ صلعم
نے اسے ”مشرکانہ نام کو بدل کے ”عبد اللہ“ نام رکھ دیا۔ اور اسی نام کی شہرت ہوئی۔

اس سے بھی بڑھ کے آپ کی کنیت "ابوبکر" مشہور ہوئی۔ اور سب سے زیادہ مقبول اور عام پسند آپ کا خطاب "صدیق" ثابت ہوا جو سب سے پہلے ایمان لانے اور بلا پس و پیش توحید کے قبول کر لینے کے باعث آپ کو دربار نبوت سے عطا ہوا تھا۔

آپ کا نشو و نما خاص سواد مکہ میں ہوا۔ اور خاک لطیفی پر کھیل کود کر بڑے ہوئے۔ گھر سے خدا نے دو نعمت دیا تھا۔ تجارت اختیار کی۔ اور بجز تجارت کی ضرورت کے کبھی محترم وطن ماکہ کے باہر قدم نہ نکالا۔ رسول خدا صلعم سے بچپن کی دوستی تھی۔ اور اکثر ساتھ رہتا۔ ایک بار جبکہ رسول خدا صلعم کی عمر ۶۷ سال کی اور آپ کی ۱۸ سال کی تھی تجارت کے لیے دو فن صاحبوں نے ایک ساتھ ملک شام کا سفر کیا۔ سرحد شام میں داخل ہونے کے بعد ایک روز رسول خدا صلعم ایک بیری کے سائے میں ٹھہرے۔ اور حضرت صدیق کبھی ضرورت سے وہاں کے مشہور راہب بجر کے پاس گئے۔ اُس نے درخت کی طرت اشارہ کر کے پوچھا "بیری کے نیچے کون ہے؟" آپ نے بتایا کہ "یہ محمد بن عبدالمطلب ہیں۔" اُس نے کہا "یہ یقیناً پیغمبر ہیں۔" اس لیے کہ اُس درخت کے نیچے ہماری روایتوں سے یا تو حضرت مسیح مہرؑ تھے یا نبی آخر الزمان مہرؑ گئے۔ اُس کی یہ بشارت سننے ہی آپ بعثت سے بس سال پیشتر رسالت محمدی پر ایمان لے آئے۔ اور سابق الاسلام تسلیم کر گئے۔

آپ کو خدا نے فطرۃ نرم دل اور بنی نوع انسان کا ہمدرد پیدا کیا تھا۔ اور میں مردت تھی۔ دل درد مندی اور خوف الہی سے بھرا ہوا تھا۔ کبھی کسی کی مصیبت کو نہ دیکھ سکتے۔ جہاں تک بتا خدا ترسی و فیاضی سے کام لیتے۔ لوگوں کے ساتھ نیکی اور مہربانی سے پیش آتے۔ جو دو کرم کا جوہر دکھانے غریبوں کی خبر گیری کرتے۔ محتاجوں کا پیٹ بھرتے۔ اور مظلوم غلاموں کو مول لے کر آزاد کرتے۔

در بزرگوں کے رہنے جو یہ حال دیکھا کہ اکثر کمزور و ناتوان اور از کار رفتہ غلامان کو مول لے کر آزاد کر دیا کرتے ہیں تو کہا "ایسے بیکار غلاموں پر روپیہ ضائع کرنے سے کیا حاصل؟ کاش تم ٹائٹھے جوان اور توانا و متدبرست غلامان

اور بڑے پیار سے تجارت فرماتے تھے۔ انھیں مسعودوں سے اکثر معززین قریش
آپ سے ملتے رہتے اور آپ کے یہاں آمد و رفت رکھتے۔ آپ نے ایمان لاتے
ہی معمول کر لیا کہ عائدین سے جو ملے کو آتا اُس پر اگر اطمینان اور بھروسہ ہوتا تو
اُسے وحید کا شوق دلانے اور دین اسلام کی طرف مائل کرنے۔ انھیں کوششوں
کی برکت سے پانچ عائد قریش یعنی حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام،
حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد ابن ابی وقاص، اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ
دل سے مسلمان ہو گئے۔ حضرت صدیق نے جب اطمینان کر لیا کہ یہ حضرات سچے دل
سے مسلمان ہوئے ہیں تو انھیں لیکر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے سامنے
وہ سب سے وحید و رسالت کا اعتراف کرایا۔ اور انھوں نے جناب رسالت مہم
کے مبارک ہاتھوں پر بیعت اسلام کی۔ نمازین ادا کیں۔ اور برگزیدہ دین بن گئے
یہی بزرگان است "سابقین اسلام" کہلاتے ہیں۔ اور یہ سب حضرت صدیق کی
کوششوں کی بزرگ ترین برکتیں اور نعمتیں ہیں۔

ان بزرگوں کے ایمان لاتے ہی رسالت محمدی کی شہرت ہوئی۔ اور کچھ
کے گھروں میں آپ کی بعثت کا چرچا ہونے لگا۔ ایک طرف زبردست دشمن
مخالفت کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دوسری طرف ایمان لانے والوں کی
تعداد بڑھنے لگی۔ مگر تین سال تک دشمنوں اور مخالفوں کا اس قدر دھڑکاؤ
رہا کہ غرضی طور پر خاص خاص لوگوں کو متعین دین کی جاتی۔ اور وحید کا غرہ بالاعمال
ہرگز نہ بلند کیا جاسکتا۔ ایمان لانے والے خانہ کعبہ میں نماز بھی نہ ادا کر سکتے تھے۔ خدا
پرستی کی غرض سے آپ اسی کے باہر چاروں کے سناٹے میں نکل جاتے اور وہیں
فریضہ نماز ادا کر کے گھروں میں واپس آتے۔

معدا ولین بعثت کے یہ دلدادگان نبوت ایک دن ایک گھاٹی میں نماز
پڑھ رہے تھے کہ مشرکوں کا ایک گروہ آپہنچا جن لوگوں نے دیکھتے ہی غل جپا یا۔ گالیوں
دین۔ اور بھڑکے۔ مسلمانوں کو بھی جان بچانے کے لیے لڑنا پڑا۔ اور حضرت سعد
نے اونٹ کے جیڑے کی ہڈی ایک مشرک کو اس زور سے ماری کہ وہ زخمی ہو گیا۔ بس
یہی وقت ہے جب سے دین کے لیے مار دھاڑ شروع ہوئی۔

اب عام مشرکین قریش کی تنبیہ کے لیے مسلمات خداوندی یہ ہوئی کہ عوام پر انشاء
توحید کرنے سے پہلے آپ اپنے عزیزوں اور خاص قرابت داروں کو ایک دعوت
میں جمع کر کے انھیں بالاعلان خدا کا پیام پہنچا دیں۔ یہ کاروائی عمل میں آئی۔
خاندان والوں میں سے کوئی ایمان تو شاید نہ دیا مگر اتنا غامدہ ضرور حاصل
ہوا کہ آپ کے چچا ابوطالب اور اُن کے ساتھ تمام بنی ہاشم آپ کی مدد اور حمایت پر
آمادہ ہو گئے۔ لیکن اسی گٹھڑی سے ابوجہل۔ ابولہب اور سارے قریش آپ کی دشمنی
و اذیت رسائی میں مشغول ہو گئے۔ اور کوشش کرتے تھے کہ شمع رسالت کو گاہن کر دیں۔
ان دشمنان دین کی مخالفت جب زیادہ بڑھی اور حضور سرور عالم پر طرح
طرح کے ظلم ہونے لگے تو ایک دن مشرکوں نے آپ کو زخے میں لے لیا۔ گلے میں چادر
ڈال کے اپنی طرف کھینچنے اور میٹھنے لگے کہ گلا گھٹ جائے۔ حضرت صدیق نے
دور سے یہ حالت دیکھی تو بتیاب و بیقرار ہو گئے۔ کافروں کو ہاتھ اور ڈھکیلتے
ہوئے قریب پہنچے۔ آپ کو کافروں کے دست ستم سے چھڑایا۔ اور رو کر کہنے
لگے "ارے کیا اس شخص کو مار ڈالو گے جو خدا کے وعدہ لاشریک کا قائل ہے؟ کفارہ
رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر آپ پر ہل پڑے۔ اور اتنا مارا کہ سر پھٹ گیا۔ مگر آپ
چٹتے جاتے تھے اور یہ کلمہ شکر و خلعت زبان مبارک پر تھا "تبارکت یا ذا الجلال و
الاکرام" (یعنی او عظمت و جلال والے تو بڑا برکت والا ہے۔)

اسی زمانے میں جب آزاد و ذوی حیثیت ایمان لائے والوں پر مشرکوں
کا زور نہ چلا تو اپنے ماتحتوں، مسلمان غلاموں اور کفر نہ دے کس دینداروں پر
طرح طرح کے ظلم کرنے لگے۔ اور انھیں سخت ترین عذابوں میں مبتلا کیا۔ حضرت
ابوبکر صدیق سے جہاں تک بنا ایسے مظلوموں کی اعانت کی اور اپنی دولت کا
بہت بڑا حصہ انھیں کی ہمدردی میں صرف کر دیا۔

ان مظلوموں میں ایک حضرت بلال تھے۔ جو اُمیہ بن خلف صحابی کے قبضے میں
تھے۔ وہ چلیاٹی دھوپ میں انھیں جلتی پھول پر چت لٹاتا اور سینے پر ایک
تیجا ہوا بھاری پتھر رکھ دیتا۔ اس عذاب کی تکلیف سے وہ چلا تے "احد۔ احد اور
وہ کہتا" جب تک محمد سے بیزاری ظاہر کر کے لات و عزی کا کلمہ نہ پڑھو گے چلبے

مرجاء و میں تمہیں نہ چھوڑوں گا۔“ حضرت صدیق نے یہ حالت دیکھی تو دل اختیار سے باہر ہو گیا۔ اُمیہ سے کہا ”تمہیں ترس نہیں آتا؟ اور خدا سے نہیں ڈرتے؟“ اُس نے کہا ”تمہیں نے تو اسے خراب کیا ہے۔“ آپ نے فرمایا ”اچھا میرے پاس ایک اچھا مضبوط اور ہاتھ غلام موجود ہے جو تمہارے ہی دین پر ہے۔ اُس کو لے لو۔ اور یہ غریب غلام مجھے دی جاوے۔“ اُس نے قبول کیا۔ آپ فوراً اپنا وہ غلام وے کو بلال کو اپنے گھر لائے۔ اور آزاد کر دیا۔ پھر اس کے بعد بلال کا جو مرتبہ ہوا سب پر ظاہر ہے۔ انہیں مغلوں میں ایک عام من فہر قھے جو عقیل بن عبد اللہ اندوسی کے غلام تھے۔ طیفیل اُن پر طرح طرح کے ظلم کرتے۔ اور مارنے پٹنے۔ مگر وہ اسلام کو نہ چھوڑتے۔ حضرت ابو بکر کو اُن کے حال پر بھی رحم آیا۔ پورے دام وے کو فہرین خریدوا اور آزاد کر دیا۔ مگر آزاد ہونے پر بھی اُنھوں نے اپنے مربی و محسن کے دامن کو نہ چھوڑا۔ چنانچہ حضرت صدیق کے مویشیوں کو خرایا کرتے۔ اور جب آپ غار ثور میں تشریف لے گئے ہیں تو یہی حضرت صدیق کے مویشی لے جا کر کرات کو دودھ پہونچا یا کرتے۔

انھیں ستم زدوں میں ابو فکیہ تھے۔ اُمیہ بن خلف اُن کے پانچوں میں رسی باندھ کر کھینچتا ہوا جلتی بھو بھل پر لے گیا۔ پڑے تھکس رہے تھے کہ جبکہ تمام ایک شخص آگیا۔ اُمیہ نے اس کی طرف اشارہ کر کے ابو فکیہ سے پوچھا ”یہ تمہارا خدا ہے کہ نہیں؟“ جواب دیا ”میرا تمہارا اور ان کا تینوں کا پروردگار وہ خدا ہے وعدہ لا شریک ہے۔“ یہ سنتے ہی اُمیہ نے نہایت سختی سے گلا گھونٹا۔ اُمیہ کا بھائی اُبی کھڑا یہ تماشا دیکھتا تھا اور بار بار کہتا تھا ”ہاں اور زور سے۔“ ہاں اور زور سے یہ کہ محمد اکرم اسے اپنے جادو کے زور سے نہ پھرائیں نہ چھوڑنا۔ اُمیہ نے بھائی کے ٹھکانے سُن سن کر یہاں تک گلا گھونٹا کہ دو ذون کو اُن غریب کے مرنے کا یقین ہو گیا۔ اور مرد و جان کر اُن سے الگ ہوے۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد دیکھا تو ابھی سانس باقی تھی۔ پھر جو رکنے کا ارادہ کیا تھا کہ حضرت صدیق اُوھرے گذرے۔ ابو فکیہ کی مغلوں دیکھ کر دل پاش پاش ہو گیا۔ اور انھیں اُن غلاموں سے خرید کر آزاد کیا۔ انھیں بچا کشان اسلام میں بنی مومل بن حبیب یعنی حضرت عمر کے گھر لے کر آئے کی

و نہ ہی جیسے تھی جس نہایت غم کے باعث اس نے اپنے دل سے یہ بات کہہ دی تھی۔ حضرت اُس پر جو روشند کرتے اور جب راتے راتے بے دم کر دیتے وہ دم بھر کو چھوڑ دیتے اور کہتے "جب تک مجھے عاجز نہ کر دوں گا نہ چھوڑوں گا" وہ جواب دیتی "اگر تم اسلام نہ لائے تو خدا تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرے گا" حضرت ابو بکر صدیق کو اسکی مطلوبی پر بھی ترس آیا اور مولے کو آزاد کر دیا۔

انجین اُفت کے متلاؤن میں ایک زہرہ تھی جس کی نسبت بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جی مدی کی لونڈی تھی۔ حضرت عمر اُس پر جو روشند کرتے تھے۔ وہ بعض اہل سیر کہتے ہیں کہ جی مخروم کی لونڈی تھی ابو جہل اُس پر ظلم کرتا تھا۔ وہ بیچارہ اسی قدر ستانی اور ماری مٹی گئی کہ غریب کی دوون آنکھیں جاتی رہیں۔ ابو جہل یہ دیکھ کر بولا "اب تو تجھ پر لات و غزی کی مار پڑی؟" اُس نے کہا "لات و غزی کو تو اپنے پوچھنے والوں کی بھی خبر نہیں۔ یہ تو تقدیر آسمانی ہے۔ اور خدا کی قدرت سے ممکن ہے کہ چاہے تو پھر مجھے دوون آنکھیں دے دے"۔ خدا کی قدرت۔ ایسا ہی ہوا۔ صبح کو اُنھی دوون آنکھیں روشن تھیں۔ قریش نے کہا شروع کیا کہ "یہ بھی محمد کا جادو ہے" حضرت صدیق اکبرؓ نے اس نیکسوی کو بھی فرید کے آزاد فرمایا۔

انجین ظلم کے سنا نے ہوون میں ایک بچی ہند کی لونڈی تھی جی جی مہلدا کی ایک عورت کے قبضے میں تھی۔ وہ عورت اُس پر سختیاں کرتی اور سب سے خیر کے بارون میں سے کسی نے مجھے خرید لیا تو خیر۔ وہ نہ میں مجھے ہر گز ظلم و نہایت نہ دون گئی۔ یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سنا تو اُس بکس عورت کو بھی مولے کے آزاد کر دیا۔

ایک مظلومہ سونہ ام جیس بنی زہرہ کی لونڈی تھی۔ اور اسوہ بن عبد اللہ اُس کو طرح طرح کے مظالم میں مبتلا کیے ہوئے تھا۔ حضرت صدیقؓ نے اسکو بھی مولے کو آزاد فرمایا۔

جس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ ایمان لائے ہیں اُس وقت آپ کے پاس چالیس ہزار درہم کی معتبرہ رقم موجود تھی۔ اُس کا زیادہ تر حصہ انجین

حضرت صدیق اکبرؓ سے لکھا۔ کمال حضرت سے حضرت رسالتؐ کی قیادت
چھوڑی۔ وطن کو خیر باد کہی اور ملک حبش کے ارادہ سے جبل کفرے ہوئے۔
مکہ منظر سے قریب ایک مقام ہے برک العاد وہاں تک پہنچے تھے کہ
قارہ کا سردار ابن دغنه ملا۔ اور پوچھا "ابو بکرؓ کمان کا ارادہ ہے؟" فرمایا "یہی
نے مجھے گھر سے نکال دیا۔ خدا کی زمین وسیع ہے۔ جاتا ہوں کہ جہاں آزادی ملے گی
اطمینان سے بیٹھ کر خدا کی عبادت کیا کروں" اُس نے افسوس کے ساتھ کہا جس شخص
میں تمھاری سی خوبیاں ہوں اُس سے تو مجھ کو خالی نہ ہونا چاہیے۔ تم غریب کی عبادت
روائی کرتے۔ بھائی کو بھائی سے ملاتے۔ مصیبت زدوں کی نصیبت دہر کرتے۔ غریب
الوطن سکینوں کو کھلاتے۔ اور وقت پڑے پر لوگوں کے کام آتے ہو۔ چلو میں تمھاری
ضمانت کر کے تمھیں اپنی کفالت میں لے لیتا ہوں۔ گھر میں آزادی سے خدا کی عبادت
کرنا۔ کوئی مزاحم نہ ہو گا۔ اُس نے جو اطمینان دلایا تو آپؐ اُس کے ساتھ کچھ دین چلتے
آئے۔ اور اُس نے شرفاء کا برقریش میں جا کر سب کو ملاوت کی کہ "ابو بکرؓ کے ساتھ
نیک نفس شخص کو اپنے شہر سے نکال دیتے ہو؟" اسی سلسلہ میں اُس نے آپؐ کی
تمام خوبیاں بیان کیں اور کہا "میں ان کا مٹاؤں و کھیل ہوں۔ اور جو ان سے
ہوئے سکا میرا دشمن ہے" سب نے اُس کی کفالت منظور کی۔ اور آپؐ اپنے گھر میں
بیٹھ کر نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت میں مشغول ہوئے۔ آزادی تھی کہ جب تک
چاہیں تلاوت و عبادت کریں کوئی مزاحم نہ ہو گا۔ مگر کھاتے یہ شرط کرنی تھی کہ یہ
توحید کی تبلیغ یا اعلان نہ کریں۔ اور اپنی اشاعت اسلام کے جن اذیت پہنچائی
ابن دغنه کی اس کفالت کے بعد حضرت صدیق چند روز تک قحط کے آثار
عبادت و تلاوت فرماتے رہے۔ پھر اپنے مکلان کے سامنے میدان میں ایک مسجد بنائی۔
یہی مسجد ہے جو اسلام میں سب سے پہلے تعمیر ہوئی۔ اب آپؐ اُسی مسجد میں بیٹھ کر عبادت
فرماتے اور اکثر تلاوت قرآن کیا کرتے۔ نہایت ہی رفیق القلوب بزرگ تھے۔ دل
خوف الہی سے لبریز تھا۔ اور آواز بہت ہی نرم و کش اور نوثر پانی تھی۔ تلاوت
شروع کرتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ موثر آواز۔ دل پیچھے والے
بچے میں آہ و اذاری اور مشغوع و خضوع کے ساتھ قرآن پڑھتے تو جیسے گھبراہٹ

کھینچیں۔ چنانچہ روزِ بدین یہ حال ہو گیا کہ ہر وقت صبح کے اُس وقت ہی
بہتی۔ عورتیں اور لڑکے اس تلاوت و حق پرستی کا نہایت ہی گہرا نقش اپنے
دل و نر پر لیجاتے۔ اور توحید کے فریفتہ ہو جاتے۔

یہ حالت دیکھ کر مشرکین کو اندیشہ ہوا کہ ہماری عورتیں اور ہمارے لڑکے
ہمارے ہاتھ سے نہ جاتے رہیں۔ اتنے وغنہ کو لگا کے کہا: ”ہم نے ابو بکر کو تمہاری
ضمانت و کفالت پر اس شرط سے چھوڑا اور کو میں رہنے دیا کہ گھر کے اندر بیٹھ کر
عبادت و تلاوت کیا کریں۔ مگر اُنھوں نے مسجد نبوی جس میں بیٹھ کر بلا اعلان عبادت
و تلاوت کرتے ہیں۔ ان کے اس طرزِ عمل سے اندیشہ ہے کہ ہماری عورتیں اور لڑکے
نہ ہلک جہانیں۔ لہذا اُن سے جا کر کہو کہ یہ طریقہ بدہین۔ اور اپنے گھر کے اندر بیٹھ کر
چٹکی سے عبادت و تلاوت کر لیا کریں۔ اسکو اگر وہ نہ مانیں تو ہم اپنی کفالت و ضمانت
کو قانع کر دو۔ بہن ایک طرف تو تمہاری کفالت کا توڑنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔
وہ سری طرح یہ بھی نہیں گوارا ہے کہ ابو بکر یون علانیہ اپنے دین کی اشاعت کیا
کریں۔ اتنے وغنہ فوراً آپ کے پاس آیا۔ اور جو کچھ مشرکین نے کہا تھا اُس کا
اعادہ کر کے آپ کو اپنی ضمانت و کفالت کے نسخ کرنے کی دھمکی دی۔ آپ نے سننے ہی
کمال جان بازی و آزادی سے فرمایا ”مجھے تمہاری ضمانت و کفالت کی ضرورت نہیں
میرے لیے خدا و رسول کی ضمانت کافی ہے۔“

اس کفالت کے نسخ ہو جانے کے بعد حضرت صدیق کے لیے ہر طرف سے خطر
ہی خطرہ تھا۔ مگر رسول خدا صلعم کی رفاقت کسی طرح چھوڑی نہ جاتی۔ اس زمانے میں
بعض اہل شرب و مینہ ایمان لا چکے تھے۔ وہ مسلمانوں کو اپنی بستی میں پناہ دینے کا وعدہ
کرتے تھے۔ اور آخر حضرت رسول اکرم نے بھی کئی کے تنگش مسلمانوں سے فرادیا تھا کہ
تمہارا دارالہجرت یثرب ہے۔ یعنی اگر کئی میں رہنا و خواہو تو یثرب میں چلے جاؤ۔
بارگاہِ نبوت سے اجازت ملتے ہی مسلمانان مکہ نے اُدھر کا رخ کر دیا۔ بہت سے
لوگ گھر چھوڑ چھوڑ کے چلے گئے۔ اور جو حضرات حبش میں گئے ہوئے تھے وہ بھی
خاکِ عرب پر ایک امان کی جگہ میں کراہیں آنے لگے۔

حضرت صدیق اکبر نے جو دیکھا کہ میرے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے تو سفرِ دین

کی تیاریاں کیے گئے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معذرت ہو کر فرمایا تم بھی حضور
شاہد بارگاہ انہی سے مجھے بھی شرب جانے کی اجازت مل جائے۔ عرض کیا یا
رسول اللہ۔ میرے ماں باپ خدا ہوں کیا اسی اُمید ہے؟ ارشاد ہوا ہاں ہے۔
یہ سنتے ہی خوش ہو گئے۔ اور اگرچہ ہر طرف سے مصیبتوں اور تکلیفوں کا سامنا تھا
مگر آپ کی رفاقت کی آرزو میں رُک گئے۔ اور اسی اُمید میں دوسواری کے
ادھون کو خرید کر گھر میں باندھ لیا۔ اور چار مہینے تک انھیں دانہ چارہ دیتے رہے۔
انتظار کی گھڑیاں گرن ہی رہے تھے کہ ایک دن خلافت معمول رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے سر کو چادریں پٹی ہوئے ابتدا سے ظہر کے وقت تشریف لائے اور بچا رہا۔
آواز سننے ہی حضرت صدیق چٹک پڑے اور فرمایا ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بے وقت
تشریف لانا بے وجہ نہیں ہے۔ حضور سرور عالم اجازت لے کر اندرون اقدس
ہوئے تو فرمایا ”ابو بکر۔ سب کو یہاں سے ہٹا دو تو کچھ کون۔“ عرض کیا یہ سب
تو حضور ہی کے ہیں۔ ان سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے؟ ارشاد ہوا ”تو سنو۔ مجھے کہے
ہجرت کرنے کا حکم مل گیا۔“ ادب کے ساتھ پوچھا ”اور میری رفاقت کا بھی؟“
فرمایا ”ہاں۔“ اتنا سنتے ہی حضرت صدیق و فurst سے رونے لگے۔

اب حضرت صدیق کے گھر والے سامان سفر درست کرنے میں مصروف ہوئے۔
خود حضرت صدیق نے پانچ چھ ہزار روپہم کی جو نقد رقم باقی تھی اٹھا کے کمر میں باندھی
اور آپ کے مکان کے چھوڑے ایک کھڑکی تھی اسی میں سے دونوں صاحب
نکل کر کفار کی نظروں سے بچتے ہوئے پاپا وہ جبل ثور کے دامن میں پونجے۔
راستے بھر یہ حال رہا کہ حضرت صدیق بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوتے
کبھی آگے نکل جاتے۔ کبھی داہنے بازو پر ہوتے اور کبھی بائیں بازو پر یہ حالت
دیکھ کر حضور سرور عالم نے پوچھا ”ابو بکر یہ کیا ہے؟ یہ منظر اب کیسا؟“ عرض کیا
جب جی چاہتا ہے کہ راستے کے کانٹے اور ٹھوکریں بھی کو لگیں اور حضور محفوظ رہیں
تو آگے بڑھ جاتا ہوں۔ جب اذیشہ ہوتا ہے کہ کوئی پیچھے نہ آتا ہو تو پیچھے ہو
جاتا ہوں۔ اسی طرح داہنے بائیں سے کسی کے آہٹنے کا خطرہ ہوتا ہے تو پیچھے
بائیں بازو پر ہو جاتا ہوں۔“

دونوں صاحب پایادہ تھے۔ اور انگلیوں کے بھل چل رہے تھے تاکہ کسی کو نقش قدم کا سراغ لگانے کا موقع نہ ملے۔ سنگلاخ زمین پر بہنہ پالنے سے حضور سرور عالم کے پاؤں زخمی ہو گئے اور اُن سے خون جاری ہوا۔

جبل ثور کی لمبندی پر ایک غارتھا۔ اُس میں دونوں صاحبوں نے چھپنے کا ارادہ کیا۔ حضرت صدیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرا کر اندر گئے۔ زمین کو جھاڑا۔ صاف کیا۔ جا بجا سوراخ نظر آئے۔ اپنے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر سب یون کو بند کیا۔ ایک باقی تھا اُس میں پاؤں اڑا دیا اور آپ کو اندر بلایا۔ اندر شریف لیجا کر آپ حضرت صدیق کے زانو پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ ایک سانپ اُس بل میں موجود تھا جس کو جناب صدیق کا پاؤں بند کیے ہوئے تھا۔ اُس نے پاؤں میں کاٹ کھایا۔ اور اُس کے صدمے سے آپ کے آنسو نکل پڑے۔ ایک قطرہ رُخ اور پرگرا تو پوچھا "ابو بکر کیا ہوا؟" کیفیت عرض کی اور آپ نے دست مبارک پھیر کر پاؤں کو اچھا اور جناب ابو بکر کو اذیت و مضرت سے محفوظ فرما دیا۔

تین روز تک دونوں صاحب اُسی غار میں رہے۔ ایک دن مشرکین جو آپ کی تلاش میں سرگردان تھے غار کے دہانے تک آ پہنچے۔ غار کے اندر سے حضرت صدیق نے اُن کے پیرو کچھے اور چپکے سے عرض کیا "یار رسول اللہ دشمن آگئے۔" ارشاد ہوا "ڈرو نہیں۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔" یہ خدا پر بھروسہ کرنے کی شان بارگاہِ مصداق میں اس درجہ پسندیدہ ثابت ہوئی کہ انھیں انکسار کو خدا سے تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنی زبان سے ادا فرما کے حضرت صدیق کی رفاقت کی داد دے دی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے "ثانی اشین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبه لا تحزن ان اللہ معنا"

حضرت صدیق نے غار ثور کے قیام اور سفر مدینہ کا کل انتظام اس خوبی سے کیا کہ حضور رسالت کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے پائی۔ آپ کے صاحبزادے جو بیکہ مددگار بن کر رہے۔ رات کے وقت غار میں آ کر مشرکین کے ارادوں اور کوششوں سے آگاہ کر دیتے۔ آپ کے آواز شدہ غلام عامر بن نفیرہ دن کو جبل ثور کے آس پاس آپ کی بھیڑ میں اور بکر یان چراتے۔ اندھیرا ہونے ہی چند کریون کو غار ثور کے پاس لاکر

دونوں صاحبزادوں کو دودھ پلایا جسے - اور ایک آدھ گریز کی دھن کے اندر چھپا کر لے گئے۔
 رات کو آپ کی صاحبزادی حضرت آسماء بھی آجائیں جو کھانے کا بندوبست کرتی تھیں۔
 حضرت صدیق کے گھر سے آنے کے بعد آپ کے مابینا والدہ ابی قحافہ گھر میں آئے
 اور اپنی پوتی حضرت آسماء سے کہا "ابو بکر چلے گئے۔ اور تھیں افسوس و مصیبت میں ڈال
 گئے۔ کیونکہ جو کچھ جمع تھا سبھی اپنے ساتھ لے گئے۔" صابر و قانع پوتی نے کہا "نہیں وہ
 ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں" پھر داد کو اطمینان دلانے کے لیے جس جگہ حضرت
 ابو بکر اپنی جمع رکھا کرتے تھے وہاں سنگریزوں پر چادر ڈال کے ان کا ہاتھ رکھوایا۔ انھوں
 نے ٹٹول کے دیکھا اور بولے "ہاں تو اب کوئی انہیں کی بات نہیں ہے۔"

اس کے بعد کفار کے ایک گروہ نے جو رسول صلعم اور حضرت صدیق کو دھڑلے
 سے تھے دروازے پر جوم کیا۔ حضرت آسماء نکل کے گئیں تو سب نے کہا "بنا دھڑا کر
 باہر آ کہان میں" بولیں "خدا کی قسم میں نہیں جانتی کہ کہان میں" اس پر ابو بکر نے
 طیش میں آکر نازک رخسارے پر اس زور سے ٹھہر مارا کہ کان کا گوشوارہ نکل کے
 دور جا گرا۔

جب غار کے اندر دونوں صاحبزادوں کو تین دن گزر گئے۔ کفار آپ کی جستجو میں
 تھک گئے۔ اور مایوسی نے ان کی تلاش کے جوش کو سرد کیا تو چوتھے روز عبداللہ بن
 ارقیط جو راہبری کے لیے ٹھہرایا گیا تھا دونوں سواری کے اونٹوں کو لیکر غار پر حاضر
 ہوا۔ رخصت کرنے کے لیے حضرت آسماء بھی تشریف لے آئیں۔ جنھوں نے توڑنے نعر
 کیا کہ اس کے دسترخوان میں باندھا۔ اور اسکو اونٹ کے کجاوہ میں باندھا جا ہا تو کوئی دسی
 موجود نہ تھی۔ فوراً اپنی کمر کی پٹی کو کھول کے پیچ سے چیرا۔ دو جھپان کیں۔ ایک سے
 اپنی اذرا باندھی اور دوسری سے کھانے کی پوٹلی کو اونٹ کے کجاوے میں باندھا۔
 اور اس اشارے سے صلیمین بارگاہ رسالت سے "ذات السلاطین" کا محترم خطاب
 عطا ہوا۔

سوار ہونے کا وقت آیا تو حضرت ابو بکر نے دونوں اونٹوں میں سے جسکو بہتر
 پایا حضور رسالت کے سامنے پیش کر کے بہ ادب عرض کیا "میرے مان بابند آپ
 سوار ہوں" ارشاد ہوا "جو اونٹ میرا نہیں ہے اس پر نہ سوار ہوں گا۔" عرض کیا

یہ حضور ہی کا ہے۔ فرمایا "تو تم نے کیا قیمت دیکر اسے لیا ہے؟" جناب صحابہ نے قیمت بتائی اور ارشاد ہوا "تو اسی قیمت پر میں اس کو تم سے مول لیتا ہوں۔ عرض کیا "حضور کی جو مرضی ہو" اس جواب پر مطمئن ہو کر آپ سوار ہوئے۔

خدمت کے لیے حضرت ابو بکر نے اپنے غلام عامر کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ جب حضرت بن اریقہ بجنیت راستہ بنانے والوں کے آگے ہوا۔ اور مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ راستے میں معمول تھا کہ جہان منزل ہوتی حضرت پہلے اتر کے زمین صاف اوڑھ کر لے جاتے۔ اُس پر کچھ بچھاتے۔ پھر حضرت کو شتر مبارک پر سے اُتار کے بٹھاتے۔

جب مدینہ میں پہنچے مین تو چونکہ حضرت صدیق کی وادھی میں اکثر بال سفید تھے اور چہرے چہرے سے ایک ذی وقار بزرگ نظر آتے تھے۔ اہل مدینہ کو جو استقبال کے لیے آئے تھے انہیں حضرت رسالت کا گمان ہوا۔ اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھوپ پڑنے لگی۔ حضرت صدیق نے فوراً اپنی چادر کا سایہ کسے چتر برداری کی خدمت انجام دی۔ اور سب کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزرگ مین۔ اور اُسی گھڑی سے جانین فدا کرنے کو تیار ہوئے۔

ہجرت کے پہلے سال بروز دو شنبہ ۱۲۔ ربیع الاول کو یہ مہترک و محترم سواہی مدینہ کے باہر مقام "قباء" میں پہنچی۔ حضور انور ﷺ بن ہدم کے گھر میں آئے۔ اور حضرت صدیق جناب بن اسات کے مکان ہوئے جو مدینہ کے قریب مقام "سبخ" میں رہتے تھے۔ اس کے بعد حضرت عائشہؓ بھی با پیادہ سفر کر کے اس حال سے پہنچے کہ چہرہ و بدن میں ورم آ گیا تھا۔ آپ نے دیکھتے ہی گلے سے لگا لیا۔ اُن کی تکلیف بردہ۔ جناب دہن لگا کے اُن کے پاؤں اچھے کر دیے۔ اور ایک بیوہ عورت کے گھر میں اُنہیں مکان کیا۔

اسی زمانہ قیام قبائین مسجد قبا تعمیر ہوئی۔ جس کی تعریف میں قرآن ناموس ہے کہ "اُتس علی التقویٰ"۔ قبائین چند روز قیام فرما کے صحابہ کے گروہ عظیم کے ساتھ پیرانہ شوکت و شکوہ سے آپ خاص مدینہ میں داخل ہوئے۔ اور مسجد نبویؐ کی بنیاد پڑی۔ جسکی زمین بھی حضرت صدیق ہی کے روپے سے خرید کی گئی۔

ہجرت سے تین سال پیشتر حضرت صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی جناب عائشہ حضور

سرور عالم کے خشنود میں آجیگی۔ مدینہ میں پہنچنے کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
والد کے گھر سے رخصت ہو کر حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوش حق میں آئیں
اور زفات ہوا۔

مدینہ طیبہ میں اگرچہ دور اور ایک دوسرے گھر میں قیام تھا مگر حضرت صدیق
ہر وقت دربار نبوت میں حاضر رہتے۔ ہر معاملے میں آپ کے ہدم و ہمران تھے۔
کوئی کام بغیر آپ کے مشورے کے انجام نہ پاتا۔ اور ہر امر میں سب سے مقدم مشیر کار
آپ ہی تھے۔ آپ کے صاحب الزما ہونے کا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس درجہ
یقین تھا کہ فرماتے "اللہ کو یہ نہیں پند کہ ابوبکر سے غلطی ہو" اور کیونکہ جو جن
خوش نصیب بزرگوں کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعی یقین ہونے کی بشارت دی
ان میں سب سے پہلا نام حضرت صدیق ہی کا ہے۔

ان باتوں کا تمام صحابہ پر یہ اثر تھا کہ حضرت رسول اکرم کی زندگی ہی میں
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا رہے حضرت صدیق اکبر ہی کا مانا جاتا
اور آپ کے بعد حضرت کادوق اعظم کا۔ آپ کا یہ اقتدار عہد رسالت کا ایک ایسا
سلم الثبوت واقعہ ہے کہ اسکی روایت امام بخاری نے خود حضرت عائشہ سے کی ہے۔
مسلمان ہی نہیں کفار بھی مسلمانوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر ہی کا
درجہ خیال کرتے۔ چنانچہ غزوہ اُحد میں جب مسلمانوں کا شکست ہوئی۔ اور انحضرت
کی شہادت کی خبر شہر ہوئی تو اہل بیت نے مسلمانوں کے مجمع کے قریب آکر آواز
دی "محمد بن؟" اس کا جواب نہ ملا تو پوچھا "ابوبکر بن؟" اس کا بھی جواب نہ ملا تو
پوچھا "عمر بن؟" اس سے صاف ظاہر ہے کہ کفار قریش بھی مسلمانوں میں جناب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر کا اور پھر عمر کا درجہ جانتے تھے۔

یہی نہیں معاہدہ مدینہ کے توڑنے کے بعد اہل بیت نے یہ معاہدہ کے لیے
میں آئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اطمینان بخش جواب نہ ملا تو سب کے پہلے
سغارش اٹھوانے کے لیے حضرت ابوبکر صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ رہنے بائیں ابوبکر
عمر تھے۔ اور دونوں کے ہاتھ آپ کے ہاتھ میں تھے۔ اپنی یہ وضع دیکھ کر خود بھی

فرمایا: "یہ تین قسم تیاں ست کے روز اٹھیں گے۔" ایک دن فرمایا: "ابو بکر و عمر
میرے کان اور میری آنکھیں ہیں۔" چنانچہ آپ کے عہد ہمایون میں ہجر ابو بکر و عمر کے
اور کوئی مفتی نہ تھا۔

صحابہ میں سب سے بڑے بہادر بھی حضرت صدیق ہی مانے جاتے تھے۔ غزوہ
بدر کے موقع پر حضور سرور عالم کے قیام کے لیے ایک چھپر بنایا گیا تو اس پر غم ہونے لگا
کہ آپ کی مخالفت کے لیے آپ کے پاس کون رہے۔ آنحضرت نے خود ہی ہاتھ پکڑ کے
حضرت صدیق کو اپنے برابر بٹھالیا۔ مگر آپ تو ارٹم کر کے آپ کے پیچھے پکڑے ہوئے۔
مشرکین میں سے جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آنے کا قصد کرتا اس پر چھٹ پڑتے
اور مار کے ہٹا دیتے۔ خود حضرت علی فرماتے ہیں: "مشرکین کا ایک گروہ جناب رسالت
کے قریب آہونچا۔ کوئی ارادہ کرتا کہ بڑھو کے آپ پر حملہ کرے۔ کوئی چاہتا کہ آپ
کو گرا کے بچھاڑ دے۔ اور سب چلا چلا کے کہ رہے تھے۔ تم نے بہت سے خداؤں
کو ایک کر دیا۔ اس موقع پر اور کسی کو قدم بڑھانے کی جرأت نہ ہوئی۔" ابو بکر کے
جو تلوار کھینچ کر کفار پر جھپٹ پڑے۔ زبان پر یہ کلمات تھے کہ "کیا اُس شخص کو مار
ڈالو گے جو خدا کو اپنا پروردگار بتاتا ہے؟" اور شمشیر زنی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ
سب کو مار کے بھگا دیا۔

اسی غزوے میں آپ کے مہاجر زادے عبداللہ جو آپ تک مسلمان نہ ہوئے
تھے کا فردن کی طرف سے میدان میں آئے تو خود حضرت صدیق جناب سرور عالم کی
محبت میں بیٹے کے خون سے ہاتھ رنگنے کو تیار ہو گئے۔ اور اُن کی جان لینے پر آمادہ
تھے۔

اصدا و جنین کے معرکوں میں جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور لوگ آپ کا
ساتھ چھوڑ کے بھاگے تو اُس نازک موقع پر حضرت ابو بکر ہر وقت آپ کے ہمراہ
دھمکاب تھے۔ اور جان فدا کرنے کو تیار تھے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے کہ ایک عورت کچھ مانگنے کو آئی
ارشاد ہوا: "پھر آنا" اُس نے عرض کیا: "حضور کو نہ پاؤں تو کس کے پاس آؤں؟"
فرمایا: "ابو بکر کے پاس۔"

اسی زمانہ مرض میں بروایت سلم حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دن آپ نے اپنی محبوبہ حضرت ام المومنین سے فرمایا "اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ کہ ایک تحریر لکھ دوں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کسی اور کو بوس ہو اور کئے میں زیادہ استحقاق رکھتا ہوں۔" مگر خدا اور مومنین کو بجز ابو بکر کے سب سے انکار ہے۔ یہی واقعہ ایک دوسری روایت میں یون آیا ہے کہ آپ نے جناب صدیق سے فرمایا "اپنے بھائی کو بلاؤ۔ تاکہ میں ابو بکر کے لیے لکھ دوں۔" پھر خود ہی ارشاد ہوا "جائے نبی دو۔" لیکن ہی نہیں کہ ابو بکر کے بارے میں مسلمانوں کو عذر ہو۔ اسی کا ثبوت یہ بھی ہے کہ مرض سے جب زیادہ شدت پکڑنے لگا اور صاحب فراش کو دیا تو حضرت صدیق کو بہ تاکید اپنی جگہ نماز پڑھانے کا حکم فرمایا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ "مسجد میں بجز ابو بکر کے اور کسی کی ٹھہری نہ کھلی رہے۔"

حنور سرور عالم کی وفات کے بعد چونکہ خدا و رسول کو آپ سے امت کی ہر حاجت کا کام لینا تھا اس لیے اس وقت جتنے جھگڑے پیدا ہوئے سب کا تصفیہ اور فیصلہ حضرت صدیق ہی نے کیا۔

سب سے پہلا اختلاف آپ کی موت میں تھا۔ مسلمانوں کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلعم کا ساہادی بحق اور خدا کا پیادہ رسول دنیا سے چلا گیا۔ حضرت عمر فاروق مسجد نبوی میں تلواریں بچنے کے کھڑے ہو گئے کہ کسی نے رسول اللہ کی وفات کے الفاظ زبان سے نکلانے اور میں نے سراڑا دیا۔ حضرت صدیق خیر خواہان سن کے سچے سے بدو اس دوڑے آئے۔ اندر جا کر رخ اور سے چادر اٹھی۔ چہرہ مبارک دیکھا۔ پیشانی چومی۔ اور کہا "بھٹک آپ خدا کے پاس تشریف لے گئے۔ زندگی میں بھی اچھے تھے اور مرنے پر بھی اچھے ہیں۔" پھر باہر نکل کے مسجد میں آئے تو حضرت عمر کہ مجنونوں کی طرح شمشیر بکھن دیکھا۔ فوراً انہیں اور تمام حاضرین کو اپنی طرف متوجہ فرمایا اور نہایت ہی فصاحت و بلاغت سے ایک تقریر کی جس میں پہلے تو اس معنوں کی ایک آیت پڑھی کہ اگر محمد رسول اللہ ہے جائیں یا مار دالے جائیں تو کیا تم لوگ منہ پھیر کے برگشتہ ہو جاؤ گے؟ پھر فرمایا "لوگو۔ جو محمد کو پوجتا ہوں نے کہ انھوں نے وفات پائی اور جو خدا کو پوجتا ہو یاد رکھے کہ وہ زندہ ہے اور

کبھی نہ ہرے گا۔ اس آیت اور تقریر نے ایک آٹا فائین سارے اختلافات کو
 مٹا دیا۔ کل صحابہ کو یقین ہو گیا کہ حضرت سرور عالم نے سفر آخرت فرمایا۔ اور حضرت
 عمر جو وفات نبی کا لفظ زبان سے نکلنے والے کا سر اڑا دینے کو تیار تھے ان کی
 یکایک یہ حالت ہوئی کہ گویا پاؤں کٹ گئے۔ بیتاب و بیقرار ہو کر دھم سے زمین
 پر گرے۔ اور سمجھے کہ واقعی رسول خدا صلعم دنیا سے رخصت ہو گئے۔
 بعد ازاں یہ نزاع پیدا ہوئی کہ آپ اکس مبارک سرزمین اور کس بقعہ پاک
 میں آخرش جگہ کے سپرد کیے جائیں۔ ایک گروہ چاہتا تھا کہ حیدر کو مکہ معظمہ
 میں لے جا کر حضرت اسماعیل و جناب ہاجرہ کی قبروں کے پاس خانہ کعبہ کے متصل
 دفن کرے۔ دوسرا گروہ اصرار کر رہا تھا کہ آپ کو شہر بیت المقدس میں دفن ہونا
 چاہیے۔ جو خاک ہزار ہا انبیاء و مرسلین کی خواب گاہ ہے۔ تیسرا گروہ اڑا ہوا تھا
 کہ خاک پاک مدینہ ہی کو آپ کا دفن بنایا جائے۔ اس جھگڑے کا فیصلہ بھی جناب
 صدیق ہی نے کیا کہ خود جناب سرور عالم کے ارشاد کے مطابق ام المومنین عائشہ رضی اللہ
 عنہا کے حجرے میں جس جگہ آپ نے انتقال فرمایا تھا قبر کو دی گئی۔
 سب سے اہم اور سب سے خوفناک جھگڑا آپ کی جانشینی کا تھا جس نے
 نہایت ہی خطرناک صورت پیدا کر لی تھی۔ مدینے کی یہ حالت تھی کہ اُس میں دو صاحب
 اثر گروہ آباد تھے۔ اول انصار جو وہاں کے اصلی باشندے تھے۔ جنہوں نے
 رسول اللہ صلعم اور مومنین قریش کو مکہ کے اپنے یہاں رکھا۔ اور اپنا یہاں بنایا تھا۔
 آپ کے تمام عزیزوں اور رفیقوں کو اپنا عزیز اور انیس زندگی بنایا تھا۔ اور ہجرت
 پر ان کے اور اسلام کے جان باز داعی اور مدد معاون رہے تھے۔ ان کا شمار
 بھی بہت زیادہ تھا۔ اور اسی نسبت سے ان کو قوت و عظمت بھی حاصل تھی۔
 دوسرا گروہ ہاجرین کا۔ جو لوگ مکہ کے بیجا وطن شرف سے قریش تھے۔ یہ سب حضرت
 سرور عالم کی محبت و رفاقت میں ہر چھوڑ چھوڑ کے آئے تھے۔ مدینے میں تو ان
 انصار کی اتھار کی فیاضی و ہمدردی پر زندگی بسر کرتے رہے تھے۔
 ان کا شمار انصار کے مقابلے میں بہت کم ہوتا تھا۔ تیسرا گروہ قریش کے ایک
 مخصوص و محترم خاندان بنی ہاشم کا یعنی رسول اللہ صلعم کے عزیزوں اور قرابت

داروں کا تھا۔ جن میں بعض دُور کے غیر خاندان اعزہ بھی شریک ہو گئے تھے جیسے اوسنیان۔ زبیر اور طلحہ وغیرہم۔ ان لوگوں کی تعداد بہت کم تھی بلکہ چند گنتی کے لوگ تھے۔

پہلے گروہ کا خیال تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبرِ برحق اور بنی نوع انسان کے اعلیٰ ترین پیشوا و مقتدا تھے۔ ان کی اطاعت ہر شخص پر فرض تھی۔ لہذا ہم نے بھی اُن کی اطاعت کی اور اُنھیں اپنا سردار بنا لیا۔ لیکن اب ان کے بعد کوئی وجہ نہیں کہ ہم اُن کے غریب الوطن عزیزوں اور رفیقوں کی غلامی کریں۔ ہمارے شہر کا حاکم و فرمان روا خود ہم ہی ہیں یہ ہونا چاہیے۔ چنانچہ آپ کی وفات کی خبر سننے ہی وہ سب جی سامعہ کے پھٹے سین جو اُن کا بیٹکا تھا جمع ہوئے۔ اور شور مچانے لگے کہ اپنے سوا کسی اور گروہ والے کو جانشین رسالت نہ منتخب ہونے دین۔ اور اپنے دونوں فرقوں بنی خزرج و بنی اوس میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کریں۔

میسرا بنی ہاشم والا گروہ اگرچہ بہت ہی محدود اور سب سے کمزور تھا مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز و ہم نسب ہونے کے باعث وہ اپنا حق سب سے زیادہ جانتے تھے۔ خصوصاً اس لیے کہ ان کے سرگروہ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور داماد تھے۔ اور آپ کی صاحبزادی حضرت سیدۃ النساء فاطمہؓ ہر ایک کی طرفدار تھیں۔ یہ سب حضرات جناب فاطمہ کے گھر میں جمع ہوئے۔ اور اس پر آمادہ تھے کہ حضرت علی کو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منتخب کریں۔

دوسرا گروہ جس سے عام اہل مکہ اور قریش مراد ہیں اُن کو حضرت رباب کی وفات کے صدر سے میں ابھی اس طرف توجہ ہی نہیں ہوئی تھی کہ آپ کا جانشین کون ہو گا۔ چنانچہ وہ اس مقصد کے لیے کہیں جمع نہیں ہوئے۔ وہ ادھر ادھر رہ گئے پھرتے تھے اور دنیا و دنیا فیما کو بھولے ہوئے تھے۔ حضرت صدیق جناب رسالت کی وفات کا یقین دلاتے کے بعد پھر ہجرت عائشہؓ میں اپنی سوگوار اور نو عمر بیوی بٹی کے پاس واپس گئے تھے کہ پھوڑی دیر میں حضرت عمرؓ آ کر آواز دی۔ باہر نکلے تو نے کہا ”مستبر طور پر معلوم ہوا ہے کہ بنی ہاشم اور اسٹلے وقت حضرت علیؓ کے پاس پہنچ

ہیں کہ انہیں پانچین رسالت کریں۔ اور یہی سادہ دے گئے ہیں تمام انصار جمع
ہیں اور مشورہ کر رہے ہیں کہ انہیں کے گردہ میں سے کوئی شخص خلیفہ منتخب کیا
جائے۔ حضرت صدیق کو بنی ہاشم کے دعوے سے کسی قسم کا اختلاف نہ تھا لہذا
اس کی اُنھوں نے کچھ بردار بھی کی۔ مگر انصار کے جمع ہونے کا حال سن کر سخت
انگیزہ ہوا۔ اس نے کہ انہیں کا شہر ہے۔ انہیں کا گردہ سب سے بڑا ہے۔ اگر
اُن میں سے کوئی خلیفہ منتخب ہو گیا تو ہمارے فریض کی بڑی حق تعالیٰ ہوگی۔ دلی
میں خیال فرمایا کہ یہ فتنہ اگر اسی وقت نہ دبا دیا گیا تو بڑے جھگڑے اٹھ کھڑے
ہوں گے۔ اور سخت خون ریزی کی فوج آ جائے گی۔ فوراً حضرت عمر کو ساتھ
لیا اور انصار کے مجمع کی طرف روانہ ہوئے۔ لہذا وہ میں حضرت ابوسعیدہ اور دو ایک
اور بزرگان ہمارے بھی ساتھ ہوئے۔ مگر سچ یہ ہے کہ حضرت صدیق نے یہ غیر معمولی
جرات اور بہادری کا کام کیا کہ اکیلے دو تین ہزار میں کے ساتھ خلیفہ بننے کے
مجمع عظیم میں جا ہوئے۔

وہاں پہنچ کر اُن لوگوں کی تقریریں سنیں تو نظر آیا کہ انصار کے دونوں حریف
قبیلے خزرج اور اوس جمع ہیں اور ہر شخص کے دماغ میں یہی سی ہوتی ہے کہ دینے
کے رہنے والے۔ اور اصلی ماسیان اسلام ہم ہی ہیں۔ ہمارا اعتقاد بڑا ہے۔ ہماری
قوت زبردست ہے۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کسی غیر کی
غلامی کریں۔ چنانچہ سب نے بنی خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کو جانشینِ رسالت
تجویز کر لیا ہے۔ اور قریب ہے کہ اُن کے ہاتھ پر بیعت شروع ہو جائے۔ یہی آدمی
کو سعد کے منتخب کرتے ہیں کسی قدر قابل تھا۔ اُن کے موافق بنانے کے لیے سعد نے
ایک ہوش فزیر کی۔ جس کے اثر سے سارے بنی اوس بھی اُن کا دم بھرنے لگے۔
یہ رنگ دیکھتے ہی حضرت صدیق اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا "رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم کی ہانپنی کا مستحق میرے ہمارے فریض کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ انصار میں سے
جناب بن منذر نے جناب صدیق کے فرمانے کی مطلق پروا نہ کی۔ اور یہ آواز بلند کیا
سے کہا "یہ چند لوگ (ہمارے) جو تمہاری فیاضی پر چر رہے ہیں کیا کر سکتے ہیں؟
تم اپنے ہی گردہ میں سے خلیفہ منتخب کرو۔ اور خبردار ان میں سے کسی کے ہاتھ پر

سیت نہ کرنا۔

اختلاف دیکھ کر انصار ہی میں سے ایک بزرگ بولے "اچھا ایک کام کرو۔
دو امیر منتخب کیے جائیں۔ ایک ہم میں سے اور ایک قریش میں سے۔ اس پر حضرت
عمر بل اٹھے "دو امیر ہوئے تو ہمیشہ اختلاف رہے گا۔" جناب نے اس کے جواب میں
درشت زبانی کی۔ اور لڑائی ہوتے ہوئے رہ گئی۔

حضرت ابو عبیدہ نے انصار کی یہ برہمیان دیکھیں تو کہا "حضرات انصار حق
کی آواز پر سب سے پہلے آپ لوگوں نے لبیک کہی تھی۔ لہذا آپ ہی سب سے
پہلے تفرقہ انداز نہ بنیے۔" اس فقرے نے انصار کے دلوں پر بڑا اثر کیا۔ بعض کے حل
نرم پڑ گئے۔ اور ان میں سے حضرات زید بن ثابت اور بشیر بن سعد نے اٹھ کر اپنے
لوگوں سے کہا "بھائیو۔ تم حسب اللہ ایمان لائے ہو۔ اور حضرت رسول اکرم ﷺ
میں کبھی تم نے دنیا طلبی کی ہوس نہیں کی۔ لہذا خرابی میں نہ پڑو۔ اور خلافت کو
حضرت رسالت ہی کی قوم کے لیے چھوڑ دو۔" ان بزرگوں کے سمجھانے کا انصار پر
بہت اثر ہوا۔

حضرت صدیق نے جو دیکھا کہ بعض انصار کے ہمارے موافق ہو جانے سے
اکثر لوگوں کے دل میں صلاحیت پیدا ہو گئی ہے۔ اپنے دل میں خیال فرمایا کہ اس
موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ معاملہ خلافت اگر اس وقت غیر منضبط نہ گیا
تو ایسی گتھی پڑے گی کہ کسی کے سلجھائے نہ سلجھے گی۔ گل خدا جانے کیا ہو۔ جو کچھ ہو
اسی وقت ہو جائے۔ پھر اٹھے اور فرمایا "تو پھر دیکھ کس بات کی ہے؟ معزز صحابہ
میں سے عمر اور ابو عبیدہ موجود ہیں۔ ان میں سے جن صاحب کے ہاتھ پر جابھو سیت
کر لو۔" مذکورہ دونوں بزرگوں نے کہا "آپ سے زیادہ کوئی مستحق خلافت نہیں
ہو سکتا۔ اس لیے کہ آپ سب سے افضل ہیں۔" حضرت صدیق کو خود خلیفہ موانہا
نہ تھا مگر معاملہ ایسا نازک تھا کہ تاخیر میں خطر ہی خطرے نظر آتے تھے۔ اس پر بھی اپنا
ہاتھ نہ بڑھایا۔ مگر یہی اندیشہ حضرت عمر کے دل میں بھی تھا۔ چاہتے تھے کہ اسی وقت
فیصلہ ہو جائے۔ بڑھدے حضرت صدیق سے کہا "لائیے ہاتھ لائیے۔ ہم آپ ہی
کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔" اب بھی حضرت صدیق نے ہاتھ نہ بڑھایا تو آپ بزرگوں میں

کرتے رہے حضرت عمرؓ نے زبردستی آپ کا ہاتھ پکڑ کے بیعت کر لی۔ پھر ابو عبیدہؓ نے بیعت کی۔ اور ساتھ ہی انصار میں سے بیشتر بن سعد نے بیعت کی۔

یہ تکہ مذکور کی مرضی تھی کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوں اور اسلام کو آپ کی ذات بابرکات سے قوت حاصل ہو۔ لہذا اس موقع پر اوس و خزیج کی پرانی دشمنیاں پھر زندہ ہو گئی۔ سعد بن عبادہ بنی خزیج میں سے تھے۔ بنی اوس نے آپس میں کہا ”اگر سعد خلیفہ ہو گئے تو ہم لوگ سٹ جائیں گے۔ بنی خزیج نہ ہمیں اپنی عزت میں شریک کریں گے اور نہ پھر آئندہ کبھی کوئی شخص ہم میں سے خلیفہ منتخب ہو سکے گا۔ لہذا مناسب ہے کہ ہم سب ابو کر کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ اس خیال کے پیدا ہوتے ہی وہ دوڑ دوڑ کے حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ بنی خزیج نے جو ان لوگوں کو بیعت کرتے دیکھا تو انھوں نے بھی آآ کے بیعت کرنا شروع کر دیا۔ اور آنا آنا مین ایسا رنگ بدلا کہ مارے اللہ مارے بیعت کر لی۔ اور سعد بن عبادہؓ کو دھتھا بیٹھے اپنی ناکامی و نامرادی کا تاثر دکھا رہے تھے۔

اس طرح اسی روز جس دن حضرت رسول خداؐ نے سفر آخرت فرمایا یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو جناب صدیق اکبرؓ آپ کے جانشین۔ امت محمدی کے امام۔ اور دنیا کے اسلام کے فرمان روا منتخب ہوئے۔ پھر دوسرے دن غالباً حضور سرور عالم کے دفن ہونے کے بعد یعنی سہ پہر کو تمام مہاجرین و انصار نے مسجد نبویؐ میں جمع ہو کر آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اور جانشینی رسالت کا جھوڑا بھی آپ کی ذات سے اور آپ ہی کے برگزیدہ ذات پر ملے ہو گیا۔

لیکن نبی ہاشم اور ان کے چچ حضرت ابراہیمؓ تک خلافت تھے۔ ان میں سے بعض نے چاہا کہ حضرت علیؓ کو ابجاہ کے ٹکڑا کریں اور لڑائیں۔ مگر خود حضرت علیؓ نے نہایت ہی نیک نفسی و سلامت روی سے کام لیا۔ یہاں تک کہ چچ بیٹے بد جب حضرت فاطمہؓ زہراؓ رضی اللہ عنہا جنت کو سد حار چکیں تو خود ہی آکر حضرت صدیق کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور معذرت خواہ ہوئے۔

ممبر رسالت پر قدم رکھنے کے حضرت صدیق نے جو پہلی تقریر فرمائی اور جس میں اپنے بعد مہاجرین کی پالیسی ظاہر کی یہ تھی :-

تو گو۔ میں تھا راحلہ کا بیٹا گیا ہوں۔ حالانکہ تم سب سے اچھا نہیں ہوں۔
اگر بھلائی کروں تو میرے بعد وصال دے رہنا۔ اور بُرائی کروں تو میری اصلاح کرتا۔
سچ بولنا امانت داری ہے اور جھوٹ بولنا خیانت۔ تم میں جو کمزور ہے جب تک
میں اُس کا حق نہ دلا دوں انشاء اللہ زیر دست رہے گا اور تم میں جو زبردست ہو
جب تک اُس کے ذمے کسی کا حق باقی ہے انشاء اللہ کمزور رہے گا۔ تم لوگ جہاد
سے ہاتھ نہ روکو۔ کیونکہ جس قوم نے جہاد چھوڑ دیا اسکو خداوند تعالیٰ کی عتاب سے
میں جب تک خدا و رسول کی اطاعت کرتا ہوں تم بھی میری اطاعت کرتے رہو لیکن
اگر میں خدا و رسول کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت فرض نہیں ہے۔
یہ مختصر اور جامع دامنِ تقریر تھی جس کے ذریعے سے حضرت صدیق اکبرؓ نے نخل
القائظ میں خلافت اسلامیہ کے شروع ہوتے ہی ظاہر فرما دیا کہ اسلام کی فرمان
فرمائی و امامت اور حضرت رسولؐ کی نیابت و خلافت کیا چیز ہے۔ غلیفہ کے لوگوں
پر اور لوگوں کے غلیفہ پر کیا حقوق ہیں۔

حضور سرور عالمؐ نے وفات سے پیشتر اُسامہ بن زید کو صحابہ کی ایک زبردست
فوج پر سردار مقرر کر کے حکم دیا تھا کہ سرحدِ شام کی جانب ایک ہم پر روانہ ہو جائیں
اس لشکر میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بھی حکمِ نبوت شامل کیے گئے تھے۔ عرضِ موت کے
زمانے میں آپؐ نے بار بار اس لشکر کے روانہ ہو جانے کی تاکید فرمائی تھی چنانچہ
اُسامہؓ نے اپنے ہمراہیوں کو لے کر دینے کے باہر تھوڑے فاصلے پر مقامِ جرقین
پر آؤ ڈالا کہ دوسرے روز روانہ ہو جائیں۔ مگر حضرت رسولؐ صلعم کی حالت زیادہ
نازک ہو گئی۔ اور اس پریشانی میں کسی کا سفر پر قدم نہ اٹھا۔

شیعوں کا خیال ہے کہ اس ہم کے روانہ کرنے میں جناب رسولؐ صلعم کا
مقصود اصلی یہ تھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ دوسرے صحابی جن کی شیعہ حضرت علیؓ کے
خلاف سمجھتے ہیں دینے میں نہ رہیں۔ ہمارے نزدیک یہ بالکل بے سرو پا۔ خلافت
قیاس۔ اور حضرت رسولؐ اکرمؐ کی وضع رسالت کے خلاف بات ہے۔ جس سے
سدا اللہ حضرت سرور عالمؐ پر کمزوری و کیاوی کا الزام آتا ہے۔ اسی قدر نہیں۔ یہ
خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپؐ نے مخالفین کی قوت سے مضطرب ہو کر ایک اہم فرض

پیشی کو جس کا ان شرابوں سے اور کسی پیشی کو فرض تھا اور کسی پیشی کو پیشی تھا ہر کسی
کیا جا چکا تھا اور ان کو تہیہ چھایا اور اسکو زبان سے نہ نکلا۔

پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کو کون چیز اس سے مانع تھی کہ جس بات کو
بقول شیعوں کے رسول خدا معلوم خم غدیر کے موقع پر مضمون اور آشکارا فرما چکے تھے
سفر آخرت کرنے وقت صحابہ کے اجماع عام کے سامنے اس کا کمر اٹھا دے فرمادیتے۔

اور صاف الفاظ میں بتا دیتے کہ میرے بعد علی جانشین ہوں۔ بھلا مجال تھی کہ جو
لوگ زندگی بھر آپ کی اطاعت کرتے رہے تھے اور آپ کے ہر حکم پر چلنے کو مانہ فلاح
دنیا و آخرت سمجھتے تھے اس حکم کی تعمیل میں کسی قسم کا عذریات مانگ کر نہ گئے؟ اور اگر کسی کو
مخالفت کی جرأت ہو بھی جاتی تو بھلا یہ ممکن تھا کہ سارے مسلمان اس کی ایسی
جرأت کو گوارا کر لیتے؟ یہ قیاس سے باہر اور حضرت رسول اکرم کے طرز عمل کے
بالکل خلاف ہے کہ زندگی بھر تو آپ نے کسی معاملے میں کسی قسم کی رو داریت نہ کی
مگر دنیا سے تشریف لے جاتے وقت اس قدر کمزور ہو گئے کہ خود اپنے پیروں اور غلاموں
کی مرآت یا ان کے دباؤ سے ایک اہم ترین تبلیغی فرض کا اعلان نہ فرما سکے۔ اور
ایسے معاملے کو تہہ چھوڑ گئے جو خدا کے نزدیک ضروری تھا اور جس پر نظام امت
اور فلاح اسلام کا دار و مدار تھا۔

حضرت مدینہ نے مسند خلافت پر جلوس فرما کر ہی پہلا حکم یہ جاری کیا کہ
اُسامہ اپنا پیش لے کر شام کی طرف روانہ ہو جائیں اور حضرت رسالت کے حکم
کی فوراً تعمیل ہو۔ بادی النظر میں یہ حکم وقتی مصلحت کے بالکل خلاف نظر آتا تھا۔
اس لیے کہ جناب رسالت کی وفات کے ساتھ ہی دولت اسلامیہ کی حالت نہایت
نازک ہو گئی تھی۔ دینے کی چار دیواری کے اندر باہم اختلاف تھا۔ انصار، بظاہر
دب گئے تھے مگر دل میں راضی نہ تھے۔ اور ان کے سردار سعد اس وقت تک اپنی حکومت
کے دعویدار تھے۔ بنی ہاشم الگ مخالفت پر آمادہ تھے اور اس پہاڑ سے ہوسکتے
کہ جانشینی رسول اکرم آپ ہی کے خاندان میں رہے۔ جناب مدینہ کو خلیفہ منتخب
ہوے سو سال ہی روز تھا کہ ہر طرف سے خبریں آنے لگیں کہ قبائل عرب دین اسلام
چھوڑ چھوڑ کر مرتد ہوئے جاتے ہیں۔ بعض دین سے بھی بیزار ہیں۔ بعض چاہتے ہیں

جانشین رسول اکرم کو زکوٰۃ نہ دین نہ کسی قسم کا خراج ادا کریں۔ مسلمانوں کی سبھی پھوٹ دیکھ کے یہود و نصاریٰ کا بھی حوصلہ بڑھ گیا۔ انہوں کو شش کرنے لگے کہ مسیح اسلام کو گل کر دیں۔ جو چند مسلمان تو عید اور تعطیلات نبوت پر استقبال سے تیار تھے ان کی حالت بقول اسی عہد کے ایک صحابی کے یہ ہو رہی تھی کہ ”گو یا چند بھیرن ہیں جو مینہ اور اندھیری رات میں ادھر ادھر بھٹکتی پھرتی ہیں۔ پہلی چوہا ہا دیا سے چل بسا۔ اور جب صبح نظر جاتی ہے بھیرنے ہی بھیر پڑے دکھائی دیتے ہیں۔“

اسی حالت کو دیکھ کر بعض بزرگان امت نے حضرت صدیق کی خدمت میں عرض کیا ”مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سردست اُسامہ کی ردائی ملوثی رکھی جائے۔ اگر یہ لوگ چلے گئے تو جس قدر اسلام قوت پاتی ہے وہ بھی منتشر اور نہایت کمزور ہو جائیگی۔ آپ نے فرمایا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ میری مجال نہیں کہ میں فوج کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیا تھا روکوں۔“ ساتھ ہی اعلان فرمایا کہ ”جو لوگ اُسامہ کے ہمراہ جانے کے لیے حاضر ہوئے تھے فوراً جنت میں جمع ہو جائیں۔“ سب لوگ وہاں جمع ہو گئے۔ جن میں حضرت عمر فاروق بھی تھے۔ اب خود اُسامہ نے جنت سے جناب فاروق کو حضرت صدیق کی خدمت میں بھیج کر عرض کرایا کہ ”تمام کیا صحابہ میرے ساتھ ہیں ایسا نہ ہو کہ میرے جانے کے بعد مشرکین دیوٹی پر حملہ کر دیں۔ اور کوئی بچائے والا نہ ہو۔“ ساتھ ہی ان معزز انصاریوں نے جو اُسامہ کے لشکر میں تھے حضرت عمرؓ کی ذریعے سے بارگاہِ خلافت میں اپنی یہ درخواست پیش کرائی کہ ”اُسامہ بہت فوج اور اثاثہ کار آدمی ہیں۔ کسی نامور بن رسیدہ شخص کو ہمارا سپہ سالار مقرر فرمائیے۔“

حضرت عمرؓ نے سید نبویؐ میں آکر پہلے اُسامہ کا پیام پوچھ لیا۔ جناب صدیقؐ نے مطلق سماعت نہ کی اور فرمایا ”مجھے بھیر پڑے مگر میں شخص کو بچاؤ دالین تو بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ملے۔“ بعد ازاں جب حضرت عمرؓ نے انصاریوں کی درخواست پیش کی تو حضرت صدیقؐ ایسے لطیف میں آئے کہ بڑھکے لے اختیار حضرت عمرؓ کی دڑھی پکڑ لی اور فرمایا ”جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقرر فرمایا ہے اُسے میں معزول کر دوں! میری مجال ہے؟“ پھر اُٹھ کر پایادہ جنت میں تشریف لائے۔ اُسامہ نے دیکھتے ہی تظنیماً گھوڑے سے اترنے کا ارادہ کیا۔ مگر آپؐ نے روکا اور نہ اترے۔

اور ان کے لیے اس وقت سے اس وقت کے لیے

اس حکم کے مطابق آسامہ روانہ ہونے لگے تو جناب صدیق نے ان سے درخواست کی کہ اگر مصافحہ نہ ہو تو عمر کو میرے پاس چھوڑ جاؤ۔ مجھے اکثر معاملات میں ان سے مشورہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آسامہ نے یہ درخواست بلا غرض قبول کر لی۔ اور پیش آسامہ کے منتخب شدہ لوگوں میں سے دو بزرگ رہنے میں رہ گئے۔ ایک خود حضرت صدیق نظام امت کی باگ باغ میں لینے کی مجبوری سے اور دوسرے حضرت عمرؓ ان کو مشورہ دینے یا دربار خلافت کی وزارت کا کام انجام دینے کے لیے۔

آسامہ کے ساتھ جانے کے لیے اطراف مدینہ کے اکثر قبائل کے لوگ آئے ہوئے تھے۔ ان میں سے جو لوگ لشکر آسامہ میں شریک ہونے کے لیے منتخب ہوئے تھے وہ توجہ لگے اور جو باقی رہے تھے ان کو بھی حضرت صدیق نے مدینہ کی حفاظت کے لیے روک لیا۔ اور جن قبائل کے مرتد ہونے کی خبریں آرہی تھیں ان کی روک تھام کے لیے انھیں لوگوں سے کام لیا۔ اس تدبیر سے اگرچہ تھوڑی بہت قوت حاصل ہو گئی مگر حالت یہ تھی کہ وہ کسی نے قبیلے کے مرتد ہونے کی خبر تھی۔ سنا جاتا کہ فلان قبیلہ سارے کا سارا باغی و برگشتہ ہو گیا۔ فلان قبیلے میں سے فلان فلان معزز و مہتمم و ثرا شخص اسلام سے پھر گئے۔ ان مرتدوں میں سے کوئی کہتا "محمد نبی ہوتے تو نہ مرتے۔" کوئی کہتا "میں نبوت کی اطاعت بھی اُفین کے ساتھ رخصت ہو گئی۔" کسی کی زبان پر تھا "اب تو فقط خدا کے ماننے کی ضرورت ہے۔" کسی نے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ "ہم خدا و رسول و دونوں کو مانیں گے۔" ناز بھی پڑھیں گے اور روزے بھی رکھیں گے مگر اسکی ضرورت نہیں کہ کسی قسم کا خراج یا ذکوۃ دیں۔"

غرض کہ مسئلہ اور خلافت کے سوا سارا عرب مرتد تھا۔ چند قبائل میں اگر بناوٹ عام نہ تھی تو ان کے اکثر سردار اور نامور لوگ برگشتہ ہو گئے تھے۔ اور اپنے قبیلے والوں کو بہکا رہے تھے۔ یکایک یہ نظر آیا کہ سارے جزیرہ فارس عرب میں بغاوت و ارتداد کی آگ لگی ہوئی ہے۔ جو ساعت بساعت بڑھتی اور پھیلی جاتی ہے۔ حضور سرور عالم نے اپنی زندگی میں جن لوگوں کو جا بجا تعلیمات

میں ورنہ وہ عالم بنائے بھی تھا سب ان معانات سے واپس آ گئے۔ اور سلام ہو ان کے
 تین سے شام تک اور ساطلی تھانے ساحل بحرن و عمان تک ہر جگہ سے دین
 انہی کی حکومت آٹھ گئی۔ اسود غنی نے مین مین۔ سیدہ کذاب نے یامہ مین طلیم
 نے وسط عرب مین۔ اور سراج نام ایک عورت نے عراق و حیرہ کی طرف نبوت
 کے دعوے کر کے لوگوں کو بہکا کر شروع کیا ہے۔ اور ایک عجیب طرح کا آدم
 حجار لکھا ہے۔ تمام زبردست اور نامی قبائل عرب بنی قصاصہ۔ بنی کنذہ۔ بنی غنیمہ
 بنی طے۔ بنی ہوازن۔ بنی سلیم۔ بنی عیس۔ بنی ذبیان۔ اور بنی کنانہ سب باہمی
 دین اور مدینے پر حملے کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

یہ نازک حالت دیکھ کر حضرت صدیق نے یہ حکمت عملی اختیار فرمائی کہ نامہ
 و پیام اور رسول و رسال کے ذریعے سے دفع الوقتی کرنے لگے۔ ساری فوج اقسام
 کے ساتھ تھی۔ فوج کشی کرتے تو کس پرے پرے لیکن قبائل بنی عیس و بنی ذبیان
 نے یون بھی خاموش نہ بیٹھے دیا۔ اس لیے کہ وہ لوگ جاؤ کر کے دینے کے قریب
 آ گئے۔ اور آخر نام ایک مقام مین جو بہت ہی قریب تھا پڑاؤ ڈال دیا۔ اسی
 طرح مرتدوں کا ایک دوسرا زبردست گروہ جس مین بنی کنانہ بھی شریک تھے دینے
 سے ایک منزل ذوالقصہ نام ایک دوسرے مقام مین آ کر پڑا۔ طلیمہ کا ایک فرید
 جسکا نام جنال تھا ان کا سردار اور سرغن تھا۔

ان کے سر پر آہو پنچے کی خبر سننے کے بعد بھی حضرت صدیق نے کوئی
 کارروائی نہ کی تو ان کی جرأت اور بڑھی۔ ان کا ایک وفد مدینہ طیبہ مین آہو پنچا۔
 اور پیام لایا کہ ہم نماز پڑھیں گے مگر کوفہ نہ دین گے۔ یعنی "تذری طلیمی عن دین
 است"

اس موقع پر دشمنوں کی قوت سے خائف ہو کر تمام اکابر صحابہ کی یہ رائے
 تھی کہ دشمنوں کی شرطین ان کی جائیں۔ حضرت عمرؓ کی سخت پیر و دین اور شدت
 بزرگ نے بھی کہا "آپ کس بنا پر ان لوگوں سے لڑیں گے؟ رسول خداؐ نے
 ارشاد فرمایا ہے کہ جب تک لوگ تکلم لا الہ الا اللہ نہ کہیں مجھے ان سے لڑنے کا
 حکم ہے۔ اور ان لوگوں کو اس کلمہ توحید سے انکار نہیں ہے۔ حضرت صدیق نے

کرین میں اُن سے لڑو نہ گنا اور اس کے کا حق یہی ہے کہ نماز پڑھیں اور ناکہ دین
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اگر یہ لوگ ایک جوتی کا تسمہ بھی دیتے رہے ہوں اور
 آپ اُسکے دینے کے انکار کریں گے تو میں خدا کی قسم اُن سے لڑوں گا۔ اور اگر کوئی
 ساتھ نہ آئے گا تو اکیلے جانے جہاد کروں گا۔ یہ کہتے ہی آپ نے تلوار اٹھائی اور
 حق تھا چل کھڑے ہوئے۔ اگرچہ اختلاف رہے تھا مگر مجبوراً سب نے ساتھ دیا پھر
 چند روز بعد جب کامیابی ہوئی تو سب کو تائب ہوا۔ اور حضرت عمرؓ نے اپنی غلطی کے
 قائل ہوئے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے خدا نے ابو بکر کا دل کھول دیا۔ اور مرتدوں کا
 مقابلہ کرتے ہیں اُن کا ایمان ساری امتوں کے ایمان سے بڑھ گیا۔ دیگر صحابہ کا
 اعتقاد تھا کہ ”اس بارے میں حضرت صدیق اکبرؓ نے انبیاء کا سا کام کیا۔“ اور وہی
 اگر اُس وقت آپ سے ذرا سی بھی کفروری ظاہر ہوتی تو قیامت تک کے لیے اسلام
 کے واس میں دھبہ لگ جاتا۔

الغرض مرتدوں کا وفد انکار ہی جواب لے کر واپس گیا۔ اور دینے کی حفاظت
 کے لیے فوجی کارروائی شروع کر دی گئی۔ حضرت علیؓ۔ زبیرؓ۔ طلحہؓ۔ اور عبداللہ بن
 مسعودؓ کو جناب خلافت پناہ نے دارالہجرت مدینہ کی حفاظت پر مامور فرمایا۔ اور عام
 اہل مدینہ کو حکم دے دیا گیا کہ ہر وقت مسجد نبویؐ میں حاضر رہا کریں۔ خدا جانتے کس
 وقت کیا ضرورت پیش آجائے۔

مرتدوں کے وکیلوں نے واپس جا کر انھیں خبر کی کہ انکی شرطیں نامنظور کی گئیں
 اور دینے میں بہت ہی تھوڑے آدمی ہیں۔ ابو بکرؓ میں اتنی قوت نہیں کہ تمہارا مقابلہ
 کر سکیں۔ یہ خبر پڑنے ہی مرتدوں کا عزم اس قدر بڑھا کہ فوراً مدینے پر آپڑے۔
 حضرات دارالنبوةؐ کی حفاظت پر مامور تھے انھوں نے بہادری سے روکا۔ اور
 حضرت صدیقؓ کو خبر کی۔ دینے میں اُن دنوں سواری کے جاؤر بھی موجود نہ تھے۔
 آپ نے فوراً پائی لانے والے اونٹوں کو جمع کر کے اُن پر لوگوں کو سوار کرایا۔ اور
 شہر سے نکل کر دشمنوں کے سامنے صفیں جما دیں۔ خدا نے مدد کی۔ آپ کی شجاعت اسلام
 کی پشت پناہ ہوئی۔ اور مقابلہ شروع ہونے ہی دشمن بھاگے۔ آپ مقامہ جی حسلی

مکہ میں آتا تھا کہ اس کے لئے۔ اور انھیں پاس سپاہ کے دوسرے قریب ہوئے۔
 انھیں یہ خبر پہنچی کہ ان کے اور حضرت یوں ان کو حکم کیا کہ
 مال غنیمت سے لے لے پھرتے اور لونڈی غلاموں کا ایک گروہ ساتھ لیے روانہ
 کے چالیسویں روز پھر سواہ مدینہ میں داخل ہوئے۔ ان کی اس کامیاب فتح کی خبر
 سن کر اطراف عرب کے سرکش و شتمنوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 و آتہ وسلم سے مسلمانوں میں کسی قسم کی فزوری نہیں آئی۔ دودہ یہ ہم اتنی دیر جہاد کی
 کامیاب واپس نہ آئی۔ اور اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اس لشکر کے روانہ کرنے میں حضرت
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا مصلحت تھی اور کتنی بڑی پیمبرانہ دوزاد نشی اس میں مضمر تھی
 مگر جو دشمن حضرت صدیق سے شکست کھا کے بھاگے تھے ان کے دلوں میں
 اب تک اپنے و غزوہ والوں کا یہی کہنا سبب ہوا تھا کہ مدینے والے کمزور ہیں اور ان کے
 پاس کوئی لشکر موجود نہیں۔ چنانچہ مغزورین کو جمع کر کے وہ پھر لڑنے پر تیار ہو گئے۔ اور
 آدمی دوڑا کہ ان کثیر اللہ اور مردوں کو بھی اپنے پاس بلا لیا جو ذوالقعدہ میں پڑاؤ
 ڈالے ہوئے تھے۔

حضرت صدیق کو ان کے پھر آواہ فساد ہونے کی خبر پہنچی تو جس لشکر سے انھیں
 پہلے شکست دی تھی پھر اسی کو ساتھ لے کے روانہ ہوئے۔ اور آسامہ اور ان کے
 ہمراہیوں سے فرمایا: آپ لوگ تھکے ماندے چلے آتے ہیں۔ چند روز مدینے میں ٹھہر
 کر آرام لے لیجئے۔ آسامہ اور نیز ان کے ساتھ والوں نے اصرار کیا کہ حضور ہمارے
 میں ٹھہرین ہم ان لوگوں سے مقابلہ کر لیں گے۔ مگر جناب خلافت آپ نے کسی طرح
 نہ مانا۔ انھیں اپنی لائیو اور تون پر سوار ہو گئے مدینے سے نکلے۔ اور راتوں رات
 کوچ کر کے پونچھے ہی مرتدوں پر جا پڑے۔ سخت لڑائی شروع ہو گئی۔ مگر آفتاب
 پوری طرح نکلنے نہ پایا تھا کہ دشمن ہمت ہار کے بھاگے۔ اور سلطان ظہر کے وقت تک
 ان کا تعاقب کرتے رہے۔ ان کا سردار حبال جو طلحہ کا رفیق خاص تھا مارا گیا۔ اور
 حضرت صدیق و شتمون کو دنگیدتے ہوئے ذوالقعدہ تک چلے گئے۔ وہاں پہنچ کر
 دم لیا۔ پھر عثمان بن عفان کو تھوڑے آدمیوں کے ساتھ وہاں چھوڑ گئے مدینہ میں
 واپس آئے۔

ذوالقصر سے آپ کے چلنے ہی جتنی دُجیان اور جتنی جس نے ناگاہانہ نیکان پر غصہ کر کے اُنھیں اور اُن کے سب رفیقوں کو شہید کر ڈالا۔ اور یہی کارروائی مرتدوں کے اور گروہوں نے اپنے قریب والے مسلمانوں کے ساتھ کی۔ یہ واقعات سن کر حضرت صدیق کو باوجود فطری نرمی اور طبعی رحمہ کی غصہ آگیا۔ اور قسم کھانے فرمایا کہ ان لوگوں نے جتنے مسلمانوں کو مارا ہے اتنے ہی بلکہ اُن سے زیادہ مشرکوں کو جب تک قتل نہ کروں گا مجھے پھین نہ آئے گا۔

اب اُسامہ اور اُن کے ہمراہی بخوبی سنا چکے تھے۔ اور قریب والے مرتد بھی اطراف مدینہ میں ہنگامہ مچانے لگے۔ لہذا حضرت صدیق جتنا لشکر فراہم ہو سکا اُسکو اور نیز اُسامہ کے تمام ہمراہیوں کو ساتھ لے کر ذوالقصر میں شریف لے گئے۔ اور وہاں پہونچتے ہی آپ نے سارے جزیرہ نماے عرب کی اصلاح اسلام کی تقویت اور کل فتنوں کے مٹا دینے کی کارروائی شروع فرمادی۔ گیارہ مہینہ سے بلکے اور بھارہ کار آئندہ سرور و رون کو مقرب فرما کے تھوڑے تھوڑے لشکروں کے ساتھ ہر طرف روانہ فرمادیا۔

پہلا جھنڈا حضرت خالد بن ولید کو ملے کر اُنھیں غلیمہ کے مقابلے پر بھیجا۔ اور حکم فرمایا کہ اُس جھوٹے مدعی نبوت کا استیصال کر کے ناکب بن ذریہ پر حملہ کریں۔ دوسرا جھنڈا عکرمہ بن ابی جہل کو دیا اور اُنھیں یکامہ کی طرف سیلہ کذاب کے مقابلے پر روانہ کیا۔ تیسرا جھنڈا شریل بن حسہ کو ملے فرما کے ہدایت کی کہ عکرمہ کے پیچھے پیچھے چلے چلے جائیں۔ اور یکامہ کی ہم سے قاضی ہونے کے بعد بنی نضامہ کے علاقے پر ہفت کریں پھر بنی کندہ کی بھی اصلاح کریں جو حضروت میں ہیں۔ چوتھا جھنڈا ہماجر بن امیہ کو مرحمت ہوا۔ اور ہدایت ہوئی کہ تین جاگیر وہاں کے مسلمان رہائے عجم کی مدد اور اسوہنسی کے فتنے کا استیصال کریں۔ پانچواں جھنڈا خالد بن سعید بن حاص کو ملے فرمایا اور حکم دیا کہ علاقہ شام کی راہ میں۔ ان بزرگ کو حضور سرور عالم نے اپنی زندگی میں تین بھیجا تھا۔ آپ کی وفات کے بعد جب اسود نے سر اٹھایا تو وہ اپنی جان بچانے کے مدینے میں چلے آئے تھے۔ چھٹا جھنڈا عمر بن حاص کو دیا اور ہدایت فرمائی کہ وہ بغیر ان جتنی نضامہ۔ جتنی ودلیہ و جتنی حارث کی سرکوبی کریں۔ ساتواں جھنڈا محمد بن جعفر

کہ دوسرے کو اپنی دہانے سے متاثر نہ کر دے۔ آواز میں جتنی بات ہو سکے وہی کہے۔
 جتنی بات کے مقابلے پر پہنچا۔ یہ دونوں ہر ایک کے تہجد اور تہجد پر چلا کر ہر صبح جہا
 رہے تھے لہذا انھیں ہدایت فرمائی کہ ساتھ میں ساتھ رہیں مگر جو ہم جس کے سپرد کی گئی
 ہے اُس میں سپہ سالار وہی رہے۔ قرآن مجید اور تہجد بن مابر کو دے کر انھیں جہا
 ہوا ان میں سے صرف جہا سلیم کے مقابلے پر مقرر فرمایا۔ دوسرا جہا اسود بن مابر
 کو مرحمت فرما کے حکم فرمایا کہ ارض تھامین کی طرف جا کے وہاں کے سرکش کو صدمہ
 کریں۔ گیارہواں جہا اعلیٰ بن حضری کو دے کر انھیں بحرین کی طرف روانہ فرمایا۔
 ان سرداروں کو روانہ کرتے وقت حضرت صدیق نے دو قسم کی تحریروں کے
 سو دے تیار کیے اور انکی چند شکلیں تیار کرائیں۔ پہلی فرمانِ خلافت کی حیثیت
 سے سردارانِ عساکر کے نام بھی۔ اُنکی ایک ایک نسل ہدایت نامے کے طریقے سے
 ہر ہر سردار کو دی گئی۔ اور اُس پر اُس سردار کا نام درج تھا۔ مہزون اُس کا
 یہ تھا کہ تھلا سے ڈرتے رہو۔ نیک کام کرو۔ گناہوں سے بچو۔ جہا پہنچو اذان
 دو۔ جواب میں اگر وہاں کے لوگ ان کی طرف سے بھی اذان کی آواز آئے تو صلہ
 کرنے سے ڈک جاؤ۔ اور اگر نہ آئے تو ہلال و قمر اور ماتحت و تاراج کو کہنا شروع
 شروع کرو۔ خلاصہ یہ کہ بغیر انامِ محبت کے کسی پر ہتھ نہ اٹھانا۔
 دوسری تحریر کا نام اہل عرب کے نام ایک اعلان کے طریقے پر تھی عام اس سے
 کہ وہ مومن ہوں یا کافر۔ دین اسلام پر قائم ہوں یا مرتد۔ اس میں حضرت رسول خدا
 صلعم کے پیغمبر مبعوث ہونے اور آپ پر لوگوں کے ایمان لانے کا تذکرہ فرما کے آپ کی
 وفات کی اشاعت کی گئی تھی۔ آیات قرآنی سے ثابت کیا گیا تھا کہ مرتے سے نبوت
 کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ بعد اذان بتایا گیا تھا کہ دین حق کی پابندی کو ناظر نہیں
 دینی کو سبب لانا۔ ہر امر میں رسول اکرم صلعم کا تابع فرمان رہنا۔ سب لوگوں پر فرض ہے۔
 خاتمہ یہ یہ لکھا تھا کہ میں نے فلاں شخص کو ہاجرین و انصار کے لشکر کے ساتھ تمھاری
 طرف روانہ کیا ہے۔ وہ جہا پہنچیں گے اذان دین گے۔ ان کی اذان سننے سے
 تم بھی اذان دو۔ اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار و اظہار کرو۔ جو کوئی دیکر یہ جہا
 اور ہر دین سے انکار کرے گا اُس سے مقابلہ کرنے اور لوٹنے مارنے کا حکم ہے۔

دے دیا گیا ہے۔ یاد رکھو کہ پھر اسلام کے کوئی قدر نہ سنا جائے گا۔ اور میں نے سنا
قاصدوں کو یہ حکم بھی دے دیا ہے کہ اس تحریر کو عام مجبوسین میں پڑھ کے سنا
دیا کریں۔

اس اعلان خلافت کو لے کر قاصدان دربار اسلام سپہ سالاروں کے آگے
آگے روانہ ہوئے۔ جو ہر آبادی میں لوگوں کو پڑھ کے سنا دیتے۔ اور بتاتے کہ سردار
فوج جو ہمارے پیچھے آ رہے ہیں وہ کیا کریں گے اور ان کا طرز عمل کیا رہے گا
ان سپہ سالاروں کو روانہ کرتے ہی حضرت صدیقِ آمودہ ہوئے کہ کچھ شکر
لے کر خود بھی مرتدوں پر جہاد فرمائیں۔ چنانچہ آپ کی ہمراہی کے لیے سو ہزار بھائی
جمع ہو گئے تھے اور کچھ لوگوں کے آنے کا انتظار تھا کہ حضرت عمر اور حضرت علی نے اس
ارادے سے روکا۔ اور کہا کہ موجودہ بیٹھی کی حالت میں آپ کا دارالخلافت سے نکلنا
مصلحت نہیں ہے۔ اور جب آپ نے کسی طرح مانا تو حضرت علی نے بڑھ کے آپ کے
گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور ایسے سوجھ بوجھ و مدلل طریقے سے سمجھایا کہ آپ روانگی کا
خیال چھوڑ کر دینے میں واپس تشریف لائے۔

مذکورہ بالا سپہ سالاران اسلام نے کل مالک عرب میں ہونچکر ازسرنو توحید کا
جھنڈا لہرایا۔ حضرت صدیق نے اُنکے آگے اعلانِ قرآن کے پیچھے پیچھے
لوگوں کا سلسلہ جاری کر کے ایسی خوبی سے اعلائے کلمۃ اللہ اور کفر کے استیصال کی
کوشش کی کہ آپ کے تدبیر و سیاست اور نیک نفسی و مستعدی سے ایک ہی سال کے
اندر سارے تھے مٹ گئے۔ دینِ انبی ازسرنو زندہ و قوی ہو گیا۔ اور یہی اسی کارروائی
نہی کہ تاریخِ عالم میں ایسی غیرِ نہیں مل سکتی۔ ان عظیم الشان معرکوں کو مشرق و مغرب
حالاتِ بیان کرنے کے لیے بڑے بڑے دفتر بھی پیشِ کار ہو سکتے ہیں۔ سید اور آود
مارے گئے۔ علیجہ اور سراج نے بھاگ کر جان بچائی۔ اور آخر کار اپنی جلی پیمیری سے
دست بردار ہو کر پھر رسالتِ محمدی کے قائل ہوئے۔ سب کے بعد تین کا بھگڑا مٹا۔

اور سارا عرب پھر دینِ محمدی کا پرورد اور دولتِ خلافت کے زیرِ نگیں تھا۔
مرتدوں کی خود کش جو حضورِ رسولِ خدا علیہ السلام کی زندگی ہی میں شروع ہو چکی تھی
ایک ایسا خونخوار طوفان تھا کہ جس کے آٹھ زمین سب کو یہ نظر آ رہا تھا کہ دینِ اسلام کا

خاتمہ ہو گیا۔ اور جناب رسالتاً بنعم تبلیغ تو میدا رہا تو یہ دین میں جو کچھ کو شیون
فرما چکے تھے سب کا قدم ہو گئیں۔ بڑے بڑے صاحب رسالت اور شرف مرزاں صحابہ
کے قدم کو نفوش ہو گئی تھی۔ اور سب آمادہ تھے کہ مرتدوں کی بعض شرطوں کو مان
لیا جائے۔ مگر خدا کو اپنے دین کی تکمیل منظور تھی کہ حضرت صدیق اکبر خلیفہ ہوئے جنھوں نے
اسلام کے اصول و امکان میں ایک ادنیٰ سی تبدیلی بھی نہ گزارا فرمائی۔ فقط اپنی پامردی
و خوش تدبیری سے کامیاب ہوئے۔ اور سارے عرب کو پھر مسلمان اور مطیع الاسلام
بنالیا۔

علامہ ابن اثیر کہتے ہیں کہ خلافت صدیقی کو مرتدوں سے چھڑایا نہ گیا بلکہ
ان کے زمانے کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے۔ ابن اثیر کا قول ہے کہ کاتبین
اور بحرین کی فتنیں اور ملک شام پر عساکر اسلام کا دروازہ ہونا مسلمانوں کے واقعات ہیں۔
مگر ابو مشر۔ یزید بن عباس اور ابو عبیدہ بن جراح عمارین یا سر بالاتفاق کہتے ہیں کہ
مرتدوں پر تمام فتنیں خالد بن ولید کی ہون یا اور سپہ سالاران اسلام کی سب مسلمان
ہوئیں۔ ہان مرتدوں کے پامال کرنے کے بعد حضرت خالد کا عراق کی قوم پر ہونا اہمیت
مسلمہ کے آغاز میں ہوا۔ اور یہی صحیح و مستند ہے۔

مسند خلافت پر قدم رکھتے ہی حضرت صدیق کو عاصم قبائل عرب کے اتحاد۔
درعیان نبوت کی سازشوں۔ اور خود مسلمانوں کے اندرونی اختلاف کی وجہ سے پشیمان
نظرائی کہ رسالت الہی کے ساتھ شجر ہوا ہے اور ہر طرف پھیری کی تشکیک ہوتی ہے۔
سارا ملک اسی حالت میں ملا جس حالت میں کہ آغاز تبلیغ کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو
ملا تھا۔ یعنی ساری دنیا دین کی عداوت و دشمنی پہنچی ہوئی تھی۔ باوجود اس کے
حضرت صدیق کے استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ اور جس پامردی و صبر سے کوئی
پیغمبر اپنی امت کی اصلاح کرتا ہے آپ امت محمدی کی اصلاح کرنے لگے۔ اور آخر
ان کے استقلال نے یہ دینیوں۔ ارتدادوں۔ اور جھوٹی پیرویوں سب پر فتح پائی۔
علم و حمید پھر پورے عرب میں لہرا رہا تھا۔ اور سارا جزیرہ العرب ایک دین کا پابند
اور ایک ہی کلمہ حق کا دلدادہ تھا۔

قبائل عرب ہزار ہا سال سے ڈار و خوار سر چڑھتے آئے تھے۔ اور کوئی قبیلہ

کسی اور ارادہ ہو سکتا تھا۔ نبوی سلطنت اسلام سے سارے قبا کی کو یہ دھوکا ہوا کہ پیروی
دین کے بہانے ہم قریش کے غلام و فرمان بردار بن جاتے ہیں۔ اسی خیال سے اکثر کو
ارتداد و بغاوت پر آمادہ کیا۔ اور اسی خیال سے اُس عہد کے جھوٹے ادعویٰ پھیلنے
نے فائدہ اٹھایا۔ حضرت صدیق اکبر نے ان خرابیوں کے دور کرتے میں استقلال
اور حسن تدبیر کی ایسی عجیب و غریب شان دکھائی کہ حج سے دنیا میں آج تک
یہ کام بجز انبیا علیہم السلام کے نہ کسی بادشاہ سے ہو سکا تھا نہ کسی فاتح و مدبر سلطنت
سے۔ اور اسی بنا پر مباحث بصیرت علماء و محققین کا قول ہے کہ نسل آدم میں انبیا
و رسل کے بعد ابو بکر سے افضل شخص نہیں پیدا ہوا۔ مرتدوں کے خلاف اُنھوں نے
انبیا کا کام کر دکھایا۔

جس سال آپ خلیفہ ہوئے تھے وہ تم نہیں ہوتے پایا تھا کہ آپ نے تمام دنیا
کو فنا کے ارتداد و بغاوتی کا استقبال کر دیا۔ دوسرے سال یعنی ۳ھ کے
شروع ہوتے ہی آپ نے سارے عرب کو ظم و حید کے نیچے جمع کر کے انبائے بادہ کا
رخ اُتار دیا۔

رسول خدا صلعم ساری دنیا کی قوموں پر مبعوث ہوئے تھے۔ چنانچہ تبلیغِ رسالت
کے خطوط آپ نے اپنی زندگی ہی میں دنیا کے تمام مسلمانین کے نام روانہ فرمادیے تھے
لیکن آپ کی زندگی میں اس کی فہم نہیں آئے پائی تھی کہ اللہ بکبریٰ صدراعرب کے
باہر اور غیر ملکوں کی خاک پر طہ کی جائے۔ جو کہ لڑائی میں رومیوں سے مقابلہ
کرنے کا اسادہ کیا گیا تھا مگر لڑائی کی فہم نہ آئی۔ اور اُس غزوہ رسالت کی بنا بھی
رومیوں سے لڑنا نہ تھی۔ بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ سرحد شام کے عربی صوبے یعنی
سجستان وغیرہ کی سرزمین کو رومیوں کی غلامی سے آزاد کر کے مسلمان بنایا جائے
عربی نہ بولنے والوں اور جزیرہ عرب کے باہر والی قوموں کے پیرو اسلام بناتے کی
کوشش حضرت صدیق ہی کے ہاتھوں سے شروع ہوئی۔

عرب کے باہر ہونے کے باعث یہ تبلیغ بھی نئی شان کی تھی۔ اور یہ لڑائیاں بھی
بالکل جدا گانہ فہم رکھتی تھیں۔ جاہلیت میں عربوں کی سپہگری و شجاعت صرف

نوت مارا اور سخت و آزار میں مجروح ہو گئی۔ انھیں نہ ملک میری ہی جیسی تھی نہ کسی غیر ملک و قوم پر عالم بننے کا خیال۔ حضور سرور عالم نے ان کے وہ غلط مارے جذبات و دور کو دیکھ کر انھیں صرف سو خدا و ردا علیٰ تو حید بنا دیا تھا۔ اب انکی شجاعت کا مقصد صرف خدا پرستی کو رواج دینا اور بت پرستی کو مٹانا تھا۔ لیکن اس خدمت فرض و دینی کو جس حد تک ظور و قرب کے اندر انجام دینا تھا اس کا طریقہ خود حضرت رسول خدا صلعم اپنے طرز عمل سے دکھائے تھے۔ اور اگرچہ مردوں سے مقابلہ کرنا ایک حیدر اگلا و مہیشہ کا رنگ تھا مگر قوم وہی تھی جس میں رسالت ایک دفعہ پورا حق تبلیغ ادا کر چکی تھی۔ لیکن اب باہر کی قوموں سے سابقہ پڑا جن کی زبان وہ سری تھی۔ مذہب دوسرا تھا۔ مذاق دوسرا تھا۔ خیالات دوسرے تھے۔ اور سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ عرب کی قوم اُمّی۔ جاہل اور غیر ستمدن تھی۔ اور وہ لوگ اعلیٰ درجے کے تعلیم یافتہ۔ سمجھن۔ علمی و اخلاقی و فلسفی اصول و علوم و قوانین رکھنے والے تھے۔ اور اپنے مقابلے میں عربوں کو وہ وحشی جانوروں سے زیادہ نہ سمجھتے تھے۔ ایک طرف فارسی تھے جن کی تاریخ ہزار ہا سال کے عظمت و جبروت کو اُن کے پیش نظر رکھتی۔ اُن کا مذہب فلسفیانہ و لیلوں اور ذمیرہ دست برداران سے ملوث تھا اور اپنی تہذیب و معاشرت کی روشنی میں اُن کو ساری دنیا پستی اور تاریکی میں نظر آتی تھی۔ دوسری طرف سبھی تھے جو قدیم یونانی و رومی فلسفہ کے داشت بنے ہوئے تھے۔ اہل عرب اپنے دونوں میں اُن کے مذہب کو سچا اور ہند بمان گئے تھے۔ اور خود اسلام اس دین کو ظہور رسالت محمدؐ ہی سے پیشتر دینِ برحق تسلیم کر رہا تھا۔ اُن میں مسیون فراتے پیدا ہو گئے تھے جنہوں نے طرح طرح کی روشنائیاں کی تھیں۔ اور صد ہا سال کی کجیوں اور تعلیموں نے مسیحیت کو اعلیٰ درجے کا روحانی مذہب اور بڑی حد تک نہایت مدلل و موجب بنا دیا تھا۔

ایسی قوموں اور ایسے مذہبوں کے سامنے حضرت صدیق اکبرؓ کو اسلام پیش کرنا اور انکو تو حید و تعلیمات رسالت محمدیؐ کا پیر و بنانا تھا۔ اسکے ساتھ یہ بھی بڑی نازک بات تھی کہ اسلام کا جہاد اُسکی فوج کشی و تبلیغ بالکل نئے عنوان کی تھی۔ جو عرب علم اسلام اور قرآن مجید کو ہاتھوں میں لے کر تو حید کے نعرے لگاتے ہوئے نہ کر سکتے تھے۔

سب نکلنے والے تھے اُن کا مقصد اصلی فوج کشی و حملہ آوری میں نہ ملک گیری تھا نہ دہشت
کائنات کو دخل پہنچانا۔ وہ حقیقت میں نہ تاج چاہتے تھے نہ تخت۔ نہ حکومت کے معنی
تھے نہ شاہنشاہی کے۔ نہ دولت کے بھوکے تھے نہ جاؤ اور ریاست کے۔ اُن کی
غرض یہ بھی نہ تھی کہ اپنی شجاعت و ذرہ آوری کا کمال دکھائیں۔ وہ فقط توحید
کی تبلیغ اور خیریت محمدی کی اشاعت چاہتے تھے۔

ہر ادنیٰ داعی۔ ہر مرد و زن۔ ہر امیر و غریب۔ ہر بادشاہ و وزیر سے وہ
پس اتنا ہی کہتے کہ "توحید کو قبول کرو۔ رسالت محمدی کو مانو۔ پھر تم پر ایمان
تمہاری سلطنت۔ تمہاری ریاست۔ تمہاری سرداری۔ تمہاری آزادی۔ تمہاری دولت
اور تمہاری حشمت تمہیں مبارک۔ ہم تم سے کچھ نہیں مانگتے۔ نہ بہن خراج چاہیے۔ نہ
بہن تمہارے مطیع و فرمان بردار بنائے کی ضرورت ہے۔ صرف یہ چاہتے ہیں کہ مرنے
کے بعد تمہیں جہنم اپنے ساتھ جنت میں لے چلیں۔ اس کو اگر تم نہیں مانتے تو اشاعت
توحید کی غرض سے ہم کو تمہاری سر زمین میں آزادی حاصل ہونے کی ضرورت ہے جیسا
مقبول ہوگا کہ تمہیں شریعت اسلامیہ کا تابع فرمان بن کے رہنا پڑے گا۔ اور اس صورت
میں تمہاری ہی خواہشات کے لیے ہم تمہارے ہر مستغنی شخص سے ایک خفیف سا مقررہ
سالانہ ٹیکس لیا کریں گے۔ یہ نہ روکے تو ہم اپنی شجاعت سے کام لینا پڑے گا اور
تمہارا فیصلہ کر کے لے لی"۔

انہیں اصول کو پیش نظر رکھ کے حضرت صدیق نے فوج کشی و حملہ آوری کے
قوانین و ضوابط بنائے۔ اور حیرت انگیز طریقے سے ساری دنیا پر آشکارا کر دیا کہ ایک
ایسی قوم جسے لوٹنے مارنے اور کمال بے رحمی سے قتل و قح کرنے کے سوا کچھ نہ آتا تھا
وہی قوم چند ہی روز کے اندر کسی تمدن جامع۔ شایہ امت۔ رحمدل۔ حلال اور
اور باعناطہ صلح عالم

بہا و شام کے آقا ہی میں سب حضرت صدیق نے بڑے بہن ابی سفیان کو سنا اور
چانکے ملک شام پر روانہ کیا ہے تو سرکف مجاہدین کے رخصت کرنے کو کہنے کے لیے
فرستادے۔ اور تمام لشکریوں کے سامنے سب سالانہ سے مخاطب ہو کر جو حق پرست
وہ ہمارے قلم الشریعہ کا ایک خواہش ہی پاکیزہ اور متم بالشرن خون ہے۔ اور اس سے

یہاں سے ہر پہلو پر جانچ کر حضرت صدیق کے لیے گرام بہترین سب انہوں کو تہذیب
ترین قوم اور بادینین دشمنوں کو متدن و شبستہ بنادیا۔ آپ سے اُس موقع
پر تسبیح آیا :-

”یزید بن ابی سفیان - میں نے تمہیں سردار مقرر کیا ہے تاکہ تم کو اپنا وطن
تھارا امتحان کروں۔ اور تمہیں اعتبار دوں۔ تم نے اچھا کام کیا تو پھر تمہیں اس
خدمت پر مامور کروں گا۔ اس سے زیادہ ترقی و ترقی و ترقی کا۔ اور تم اچھی خدمت نہ
انجام دے گے تو معزول کروں گا۔“

”سنو۔ ہر وقت خدا سے ڈرتے رہو۔ اس لیے کہ جس طرح وہ تمہارے نکاح کو
جانتا ہے تمہارے باطن کو بھی جانتا ہے۔ سب سے اچھے وہ لوگ ہیں جو خدا پر بھروسہ
کرنے میں نہایت ثابت قدم رہیں۔ اور خدا کے سب سے زیادہ سترگ بند۔ اور وہ ہیں
جو ہر معاملے میں اُس کا تقرب و حضور مبین۔ اور اس کوشش میں خوب استقلال دکھائیں
خبردار ہمد جاہلیت کے ثبوت و کبر سے بچے رہنا۔ اللہ عز و جل و نجات سے اور اُس شخص
سے جس میں بُرائیاں ہوں نفرت کرتا ہے۔“

”جب تم اپنے لشکر میں ہونا تو لوگوں سے باخلاق پیش آنا۔ اور تمہارے
برتاؤ کی ابتدا احسن سلوک سے ہو۔ اُنہیں نصیحت کرنا تو مختصر الفاظ میں۔ اس لیے
کہ زیادہ گوئی میں ایک بات دوسری کو بھلا دیتی ہے۔ خود اپنے نفس کی اصلاح
کرنا۔ اسی سے تمہارے ہمراہیوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ تاکہ ان کے
سعیدہ اوقات میں پورے رکوع و سجود اور نہایت ہی حضور و خشوع سے ساتھ ادا
کرنا۔ تمہارے پاس دشمنوں کے ایچی آئین تو ان کی قہقم کرنا۔ اگر اُنہیں اپنے
شکر میں ٹھہرنے کا بہت کم موقع دینا۔ تاکہ بائیں وقت تمہارے لشکر کے حالات سے
ناواقف جائیں۔ اُن کو اپنے لشکر میں نہ پھرنا۔ اس سے اُنکو تمہاری کمزوریوں
کا پتہ لگ جائے گا۔ اور جن باتوں سے تمہیں آگاہ ہو اُن کو وہ بھی جان جائیگا۔
اُن کو اپنی لشکر گاہ کے سب سے زیادہ بُر شوکت حصے میں پھرنا۔ اور اپنے لوگوں
کو اُن سے باتیں کرنے کا موقع نہ دینا۔ کیلئے تم ہی اُن سے گفتگو کرنا۔“

”اپنی راز کی باتوں کو آشکارا نہ کرنا۔ اس سے تمہارے ہی لوگوں کے دلوں

میں بخاری سرت سے جڑا گیا۔ پھر وہاں کی شیریں سے لہو پیچھا کر کے
 ہر صبح بیان کر دینا۔ تاکہ مشہور بھی جائے۔ مشیروں سے بیسے معاملات کو
 پوشیدہ نہ رکھنا۔ راقون کو اپنے لوگوں میں بھیج کر ان سے باتیں کیا کرتا۔ تاکہ لشکر
 کے حالات معلوم ہوتے رہیں۔ اور بخاری آنکھوں کے سامنے سے روئے اُٹھیں۔

تشرنگا ہون میں چو کی پرے اور گشت لگانے والوں کی کثرت رکھتا۔ اور
اُنھیں لشکر کے ہر طرف پھیلا دیتا۔ پرے والوں کو بے خبر کیے اکثر لگے پاس چاہیہ سچنا
اور جس کسی کو قافل پاناٹھا میلگی کے ساتھ اُس کی تادیب کرنا اور اُسے سزا دینا۔
گر سزا دینے میں سختی اور زیادتی نہ کرتا۔ راتوں کو پرے والوں کی باریاں بھر کرنا۔
اور اول شب کی باری آخر شب کی باری سے زیادہ لمبی رکھنا۔ اس لیے کہ اول شب
کا پیرہ آسان ہوتا ہے۔

کاپرہ آسان ہوتا ہے۔
 ”جو لوگ سزا کے سخت ہون اُن کے حق میں کمی نہ کرتا۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی بتایا
 رہے کہ سزا دینے میں کثرت اور سختی نہ ہو۔ اور نہ اس طریقے کے سزا دی جائے کہ
 لوگوں کو ذلیل کرنا مقصود ہو۔

اپنے لشکر کے حالات سے غافل نہ ہونا۔ اور اس غرض سے جاسوسی کہنا کہ لوگوں کو رسوا کرنا مقصود ہو۔ لوگوں کے پوشیدہ حالات کا بہتہ لگانے کی کوشش نہ کرنا۔ پس اُسی حالت کے معلوم کرنے پر بس کرنا جو ظاہری اور کھلی ہوئی ہو، فضول کہیں اُٹانے والوں کے پاس نہ بیٹھنا۔ ہاں اہل صدق و معاف سے صحبت اور ربط و منسلق رہنے۔ اور اپنے خطے میں راست بازی کا پرتاؤ ہو۔

تجربہ دہم سے بزدلی نہ ظاہر ہو۔ ورنہ سب بزدل ہو جائیں گے۔ فصول طرچی
سے بچتے رہو۔ اس لیے کہ وہ محتاج بناتی اور اُنید الہی سے محروم کرتی ہے۔
مغربی تم ایسے لوگوں کو دیکھو گے جو اپنی خالقا یوں میں خاموش بیٹھ رہے
ہیں۔ اُن کی خاموشی میں فرق نہ ڈالنا اور اُن سے تعرض نہ کرنا۔

بڑے بڑے شہر تھے ان نصیریوں کو والیان ملک اور سالاران عساکر کے قتل
میں بہترین ہدایتیں تسلیم کیاؤ۔ اور یہ ہے کہ ان سے بہتر نصیحتیں نہیں ہو سکتیں۔
ان کے علاوہ حضرت صدق اکبر نے اور نصیحتیں بھی فرمائی ہیں جو دشمنوں کے

ساتھ برتاؤ اور مفتوحہ ملک کی رعایا کے ساتھ سلوک کرنے سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً یہ کہ "عورتوں - بوڑھوں - اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانا - پھر لڑنے والوں کے اور کسی سے تعرض نہ کرنا - پھل دار درختوں کو نہ کاٹنا - کھیتوں کو برباد نہ کرنا - جو غنہ دار اس پر قائم رہتا - جس سے کچھ اقرار کرنا اس سے نہ پھرنا - تم میں سے کوئی بھی کسی سے کوئی قول یا اقرار کرے اس کی پابندی تم سب کو کرنی چاہیے - جو لوگ اسلام قبول کریں تمہارے بھائی ہیں - اور تمہارے ان کے حقوق میں کوئی فرق نہیں - جو لوگ جزیہ دینا قبول کر لیں وہ تمہاری ضمانت و کفالت میں آگئے - ان کو اگر کسی سے کوئی جان و مال کا ضرر پہنچ جائے تو تم اس کے ذمہ دار ہو - جو لوگ گزین ان سے لڑو - مگر جس وقت وہ پناہ مانگیں فوراً پناہ دو۔"

یہ نصیحتیں تین جن کو گروہ میں باندھ کر مجاہدین اسلام مسئلہ کے آغاز میں دینے سے روانہ ہوئے - اور ہمیشہ اور ہر حال میں ان ہدایتوں پر عمل کرتے رہے - جس کی برکت یہ تھی کہ کوئی لشکر فارس ان کا مقابلہ کر سکا - نہ کوئی پیش روہم انہیں شکست دے سکا - وہی چار لڑائیاں میں دھاک بیٹھ گئی - اور جن شہروں کے قریب پہنچتے وہاں کی رعایا تمنا کرتی کہ ہم پر عربوں کی حکومت ہو جائے۔

انجام یہ ہوا کہ تھنی بن حارثہ نے ایران پر حملہ کیا - اور دوسری طرف یہ یزید بن ابی سفیان حضرت معاویہ کے بیٹے بھائی شام کے شہروں میں پہنچے - ایران میں تھوڑی ہی مشق پہنچ کر ہوتے پائی تھی کہ حضرت خالد بن ولید بھیجے گئے جنہوں نے پہنچتے ہی پہلے باقیاء و برسولہ پر قبضہ کیا - پھر شہر حیرہ کو مطیع فرمان بنایا - کاظمہ میں پہنچ کر مکہ ذات السلاسل سر کیا - حصن المرأة پر قبضہ کر لیا - نہر شعی کے کنارے دشمنوں کو شکست دی - پھر دجلہ - کیس - انبار - عین التمر اور حصنہ وغیرہ میں دشمنوں کو زیر کیا تھا کہ رومیوں کی زبردست پورش کی وجہ سے انہیں ظلم ہوا کہ ملک شام میں جا کر وہاں کے مجاہدین اسلام کی کمک کریں - ان فتنوں نے سامانی سلطنت کا نظام درہم برہم کر دیا - جو فارسی سردار آیا مارا گیا - اور جس عجمی لشکر نے عربوں کا مقابلہ کیا میدان چھوڑنے بھاگا۔

حضرت خالد کا عراق سے شام میں جانا بھی دنیا کی عظیم ترین ہمتوں میں ہے۔

اسے میں ہیبت تک ہے آب و گیاہ و مہر و شام تھا۔ اُس میں جا بجا ہادی عرب پھیلے ہوئے تھے۔ جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اگر کوئی عرب سے لاکھ روپے لے لیا کرتا تھا۔ یہ بیرونی عرب ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے۔ بہت سی منزلیں ایسی تھیں جہاں صہبا کو سبک پانی کا پتہ نہ تھا۔ حضرت خالدؓ نے بڑی بہادری سے یہ فتحوان طے کی۔ جدو واء اور شہج میں سرکش اور زہد دست قابل عرب کو شکستیں دین۔ یہ شہج وہ مقام ہے جہاں صہبا و زہد حبیب مسلمانوں کے قبضے میں آئیں اور خالد ہی کی تلوار نے انھیں اُس دشت سے لاکھ حضرت علیؓ کی حرم کی زینت بنایا۔ پھر خالد بھر قراقرم اور ہیراؤی کی مہین سر کرتے ارک۔ جو اہلین۔ فہج اوہتر کو قلم و خلافت میں شامل کرتے ہوئے شہج میں پہنچے۔ جہاں سے حضرت رسالت کے عطا کیے ہوئے علم راتۃ العتاب کا پھر پراکھولا گیا۔ اور ملک شام میں اُعلیٰ تلوار چلی۔ تہمہ بڑا بڑا شہر تھا جس کو ملکہ زہویہ کا مرکز سلطنت ہونے کا تاراجی خرم حاصل تھا۔ آگے بڑھ کر خالد نے مہج راہط میں فتح حاصل کی۔ پھر شہر تقری کو فتح کیا اور اجنادین میں فتح عظیم حاصل کر کے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔

جماد کی یہ برکتیں تبارین میں کہ حضرت صدیق کا عہد حضور سرور عالم کے بعد اسلام کا بہترین زمانہ تھا۔ جس سے اچھا دور پھر اسلام کو کبھی نہ نصیب ہوا۔ آپ کو بجز پیر و دین اور اُمت محمدی کی علاج کے کسی چیز سے سروکار نہ تھا۔ آپ کی زندگی دینی دولت اور قومی سلطنت کے تنظیم و مہذب بنادینے کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی۔ جس سے اچھا طرز فکر انی دنیا کی کسی جمہوری سلطنت میں بھی نہیں نظر آ سکتا۔ اسکی اصلی وجہ یہ تھی کہ جو سادی زندگی ایک خوش باش شریف ملک کی حیثیت سے آپ نے شروع کی تھی اُس کو آخر تک نباہ دیا۔ سارے عرب پر حکمران ہو جانے۔ ایران و روم پر غالب آچکنے۔ اور دو ہی سال کے اندر ایک بہت بڑی سلطنت شہنشاہ بن جانے کے بعد بھی آپ کی حالت و وضع اور کردار و رفتار میں کسی قسم کا تغیر نہ ہونے پایا۔

دینے کی ایک شریف صحابہ اُسیہ کنتی تھیں کہ ”ابو بکر غلیفہ ہونے کے شہر ترین سال اور غلیفہ ہو جانے کے بعد ایک سال ہمارے ساتھ رہے معمول تھا کہ پاس

پڑوس کی لڑکیوں اور بکریاں لے کر آپ کے پاس آئیں اور آپ ان کو
دودھ دودھ دیا کرتے۔ جب ستر نشین خلافت ہوئے تو کسی عورت نے کہا "اب وہ
ہماری بکریاں کیوں دہنے لگے؟" یہ الفاظ آپ کے گوش گزار ہوئے تو فرمایا "میں
اپنی جان کی قسم میں اسی طرح تمہاری بکریاں دودھ دیا کروں گا جیسے کہ پہلے دوا کرتا
تھا۔ امید ہے کہ خلافت میرے ذاتی مہولات میں فرق نہ ڈالے گی۔"

حضرت عمر کا سہول تھا کہ روز رات کو ایک اندھی عورت کے پاس جا کر اس کے
مزدوری کام کر دیا کرتے۔ چند روز بعد یکایک یہ نظر آیا کہ کوئی شخص اس سے پیٹا کر
اُس کے کام کر جاتا ہے۔ ایک دن چھپ کر بیٹھے کہ وہ کیسے یہ کون صاحب ہیں۔ تھوڑی
دیر بیٹھے ہون کے کہ حضرت صدیق کی صورت دکھائی دی اور معلوم ہوا کہ وہی شخص طور پر
اُس کے روز اس کی حاجتیں پوری کر جاتے ہیں۔ یہ انکی خلافت کا زمانہ تھا۔

عہد صدیقی نے چند ہی روز کے اندر خردوں۔ باغین اور فارس و روم کی
زبردست باقاعدہ فوجوں کو پیہم شکستیں دے کر مسلمانوں کو یمن و لا دیا کہ ہماری
حق پرستی و راستبازی بڑی آسانی سے کفار کے زبردست گرد و بون اور باطل
پرستوں کی بڑی بڑی قوتوں کو شکست دے سکتی ہے۔ سچ یہ ہے کہ حضرت فاروق
اعظم کی تمام فتحیں اسی کا اندوای کا نتیجہ تھیں جس کی بنیاد حضرت صدیق کے زبردست
امتنوں سے پڑ چکی تھی۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر جناب صدیق کو "سیدنا" کہہ سکے
یا فرماتے اور اپنے آپ کو ان کے ایک اہلین کے برابر بھی نہ جانتے۔

حضرت صدیق کے عہد کی ہر کنون اور عالم گیر یں نے اپنے آقا نامی میں مسلم باؤ
نشینان عرب کو بڑا دولت مند اور نہایت ہی ذی ثروت بنا دیا تھا۔ مگر خود وہ شخص
جو سارے عرب پر حکمران تھا اور روم و شام اور عراق و عجم کا شہنشاہ بنا ہوا تھا
کتنی دولت رکھتا تھا؟ اس کا اندازہ ذیل کے واقعات سے کیا جاسکتا ہے۔

جب ستر خلافت پر بیٹھ لیے اور تمام لوگ بیعت کر چکے تو حضرت کے لیے
کھانا پر چادرین ڈال کے بازار کی طرف چلے۔ اس لیے کہ ایک مدت سے بڑی
آپ کا پیشہ اور ذریعہ معاش تھی۔ حضرت عمر نے جاتے دیکھ کر چونکہ ان کو "سیدنا"
"بازار" امتوں نے عرض کیا "اب آپ مسلمانوں کے ساتھ کہہ نہیں گئے بازار

ہو کر گئے۔ یہ جواب دیا: ”نہ چاہوں گا تو کچھ دین گھنیا: اور مال بچوں کو کیا بکھراؤں گا؟“
حضرت فاروق نے کہا: ”تو ابوبعدہ کے پاس چلے۔ وہ بیت المال سے آپ کے لیے کچھ مقرر کر دیں گے۔“

ابتداء خلافت صدیقی میں داروغہ بیت المال حضرت ابوبعدہ ہی مقرر ہوئے تھے۔ اس لیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّیں الامۃ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ پھر جب وہ جہاد پر گئے تو ان کا کام بھی خود حضرت صدیق نے اپنے ذمے لے لیا۔

انفرض حضرت عمر آپ کو لے کر حضرت ابوبعدہ کے پاس پہنچے اور کیفیت بیان کی۔ انھوں نے اس مقدار میں وظیفہ مقرر کر دیا کہ ایک اوسط درجے کے مہاجر کی زندگی بسر ہو سکے۔ اسکے علاوہ گرمیوں اور جھاڑوں کے کپڑے بھی مقرر کیے گئے کہ اس شرط کے ساتھ کہ جب وہ پرانے ہوں تو ان کو بیت المال میں داخل کر کے نئے عوض نئے کپڑے لے لیا کریں۔

اس طریقے سے حضرت صدیق کے لیے روزانہ آدمی کبریٰ اور لباس مقرر ہو گیا۔ لیکن اس کا بھی بے لوث طبیعت پر اتنا بار تھا کہ ایک دن مسلمانوں کے مجمع عام میں فرماتے گئے ”سب لوگ جانتے ہیں کہ میں ایک پیشہ کرتا تھا جس سے میری اور میرے اہل و عیال کی زندگی بسر ہوتی تھی۔ اب مسلمانوں کے انتظامی معاملات میں اس درجہ مصروفیت ہے کہ تجارت کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ اسی حالت میں ابوبکر کا خاندان اس کے خزانے سے لے کر نہ کھائے تو کیا کرے؟“

اور یہ بھی فقط کہنے کے لیے تھا۔ ثابت یہ ہوتا ہے کہ انھوں نے اس بار کو اپنے ذمے رہنے نہیں دیا۔ چنانچہ مرض موت میں اپنی صاحبزادی حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”میں نے جب سے انتظام خلافت با تقدیم لیا ہے۔ کبھی مسلمانوں کے مالی میں سے کوئی رقم کھایا ہے نہ کوئی دیکھا۔ بلکہ ہم نے بہت ہی معمولی غذا کھائی۔ اور مونے جھوٹے کپڑے پہنے۔ اب اس وقت شدت کی جائے کہ ادین سے میرے پاس یہ اونٹنی ہے جس کا ہم دو روپے پہنتے ہیں۔ یہ غلام ہے جس سے کام لیتے ہیں۔ اور یہ چار روپے جبکہ اوڑھے ہوئے ہیں۔ میرے مرنے کے بعد ان غنیمتوں چیر و زن کو عمر کے پاس بھیج دینا

کہ ان کو پھر بیت المال میں داخل کر لینا۔

چنانچہ آپ کی آنکھیں بند ہوتے ہی حضرت صدیقہ نے تینوں چیزیں جہاں بقرہ کی خدمت میں بھیج دیں۔ انھوں نے دیکھا تو زار و قطار روئے گئے۔ اور رونے لگا۔ سلسلہ دیر تک جاری رہا۔ روتے تھے اور بار بار کہتے تھے ”خدا ابو بکر پر رحمت کرے۔ اپنے جانشین کو انھوں نے کسی مصیبت میں ڈال دیا۔ پھر حکم فرمایا کہ ”وہ چیزیں لیکر آستانہ رکھی جائیں۔“

حضرت عبدالرحمن بن عوف پاس بیٹھے ہوئے تھے حکم سنتے ہی گریٹے ہوئے کیا آپ ان چیزوں کو ابو بکر کے دامادوں سے لے لین گے جن کی کچھ قیمت بھی نہیں ہوسکتی۔ حکم دیکھ کر انھیں کے پاس پہنچا دی جائیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ”رسالۃ اللہؐ کی قسم میرے عہد میں یہ تو نہ ہوگا کہ ابو بکر اس ذمہ داری سے بری ہو جائیں اور میں اس بوجھ کو اپنی گردن پر لے لوں۔“ حضرت فاروق اعظمؓ نے اس فقر جواب ہی سے نصیحت ہو گیا کہ ان کے جانشین مقرر فرمائے میں حضرت صدیقؓ نے اسلام پر تشریف آرا احسان کیا۔ اسوا اسکے حضرت صدیقؓ نے انتقال کرتے وقت وصیت فرمادی کہ میری خلافت زمین پر چڑھائی جائے اور میں نے خزانہ خلافت سے جو کچھ لیا ہے اس کے معاوضے میں اسکی قیمت داخل کر دی جائے۔“

دینیہ میں تشریف لانے کے بعد حضرت رسول اکرمؐ نے ان میں اور خاتون بن زید انصاری میں بھائی چارہ کرادیا تھا۔ لہذا آپ کا قیام انھیں کے مکان پر۔ مقام نسخ میں تھا۔ اور خاتون بن زید اپنی صاحبزادی تنبیہ کو آپ کے عقد میں دیدیا تھا۔ آغا خلافت میں بھی انھیں کے مکان میں رہتے تھے۔ اور وہ بیت المال کے لیے ایک مکان مخصوص کر لیا تھا۔ پھر جب ضرورت سے مجبور ہو کر دینے کے اندر اپنے اس خاص مکان میں آئے جو مسجد نبویؐ سے ٹھٹھارتے تھے۔ حضرت امیہؓ کے وقت آپ کے لیے تعمیر ہوا تھا تو خزانے کو بھی جہن منقل کر لائے۔ مگر اس کی کچی اپنے پاس رکھتے تھے۔ اور اس پر کوئی چوکی پہرہ بھی نہ تھا۔ کسی نے کہا ”آپ خزانے پر پہرہ کیون نہیں مقرر فرماتے؟“ کہا ”اسکی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ اور ضرورت ہو تو فرما دے۔“ آپ کا بلا ہر معمول یہ تھا کہ جو آتا روز غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم

فرمادیے۔

تقسیم میں یہ طریقہ تھا کہ کسی درجے اور مرتبہ کا بالکل لحاظ نہ کرتے اور سب کو برابر دیتے۔ اس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا تو فرمایا: جو لوگ ایمان لائے ہیں انکو خدا کی طرف سے بیشک سب مرتبہ ثواب ملے گا مگر دنیا تو بلا لحاظ دینے کے لیے ہے۔ بخشش اور فیاضی کا طریقہ یہ تھا کہ ہاڑوں میں کپڑے خرید کر یہ لوگوں میں تقسیم فرماتے۔ اونٹ۔ گھوڑے اور اچھے خرید خرید کے خدا کی راہ میں دیتے۔ آپ کی وفات کے بعد دیکھا تو بیت المال میں کچھ نہ تھا۔ پھیلیان اُلٹ اُلٹ کے جھاپیں تو ایک میں سے ایک دینار گر پڑا۔ پس یہی رقم تھی جو وفات کے بعد خزانہ خلافت میں نکلی۔

آپ کی احتیاط و اتقا کا سب سے زیادہ عجیب اور عبرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ ایک بار آپ کی محرم بیوی کا بھی چاہا کہ مٹھائی کھائیں۔ مقدس شوہر سے کہا تو یہ جواب ملا کہ: "ہمارے پاس اتنے دام نہیں ہیں کہ تمہارے لیے مٹھائی خریدیں۔" انھوں نے کہا: "اچھا آپ نہ دیجیے۔ اس کا میں خود انتظام کر لوں گی۔" روزانہ خرچ سے کچھ پیسے بچا لیا کر دیں گی۔ جب کافی مقدار میں جمع ہو جائیں تو آپ مٹھائی منگوا دیں گے۔ فرمایا: "اس کا تمہیں اختیار ہے۔" اس قرار اور اس کے مطابق بیچاری نے ایک مدت میں مٹھائی کے دام جمع کیے۔ اور آپ کو دینے کہ بازار سے منگوا دیے۔ آپ نے وہ رقم بیت المال میں جمع کر دی۔ اور فرمایا: "یہ رقم میری ضرورت خدا سے زیادہ تھی۔" اسی قدر میں جتنے پیسے وہ بیچاری روز بچا یا کرتی تھیں اتنے ان کے نفقہ میں سے لٹا دینے۔ اور ان کو بیت المال کا حق قرار دیا۔ یہ اس وجہ سے کہ آپ جس سے بڑھ کے نہ کہیں دیکھا گیا ہے نہ کبھی نہ کیا۔

باد چوکی مرتدوں اور باغیوں نے خدا سے زیادہ ستایا۔ ایران و روم کی رانوں نے دشمنوں پر غصہ دلایا مگر آپ کی منانیت و رحمتی میں کبھی فرق نہ آئے۔ بالبطع رقیق القلب اور ہر ایک کے حال پر ہر جان وافر ہوئے تھے۔ ایک دن کسی شخص پر بیت بوجھ ہوئے۔ اور اس قدر غصہ آیا کہ اپنے سے باہر ہو گئے۔ کسی نے کہا: "تو آپ کیوں نہیں حکم دیتے کہ اس کو مار مار کر مار دے؟" فرمایا: "سچاں اللہ! اس کا حق تو سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو نہیں حاصل ہے۔"

حضرت عمر بن الخطابؓ اور حضرت عثمانؓ نے شام کے ایک پیر کو بلوایا کہ تم میری خدمت میں آ جاؤ۔ آپ نے اس کو ناسید فرمایا تو عقبہ نے جو صحبت میں حاضر تھے کہا "وہ لوگ بھی تو ہمارے ساتھ ہی سلوک کرتے ہیں؟" فرمایا "تو کیا تم ناس و روم کی سنت پر چلو گے؟ پھر اسی وقت تمام سرداران فوج کے نام فرمان جاری کیا کہ دشمنوں کے سرخبردار میرے پاس نہ بھیجے چاہا کریں۔ خط لکھنا اور اطلاع کر دینا کافی ہے۔"

اسلام پر حضرت صدیق کا ہمیشہ قائم رہنے والا احسان یہ ہے کہ قرآن مجید آپ ہی کی کوشش سے مرتب ہوا اور محفوظ رہا۔ اس میں ترک نہیں کہ قرآن کا اصلی محافظ خود خداوند جل و علا ہے۔ مگر اس رب العزت نے اپنی اس رحمت و برکت کو جس مبارک ذات کے ذریعے سے ظاہر فرمایا وہ حضرت صدیق اکبرؓ ہی کی ذات مبارکات ہے۔ اس وقت تک قرآن مجید ایک جلد میں جمع اور مرتب نہیں کیا گیا تھا۔ متفرق اور منتشر ترین اور آیتیں کچھ لکھی ہوئی تھیں اور کچھ ان قاریوں کے سینوں میں محفوظ تھیں جو حضورؐ و عالم کے عہد مبارک میں آیات قرآن کو یاد کر لیا کرتے تھے۔

سب سے کذاب کے مقابل جنگ یمامہ میں صحابہ کے ساتھ بہت سے قاریان قرآن بھی شہید ہو گئے تو حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ اگر اسی طرح اور قراء قرآن بھی شہید ہو گئے تو قرآن کی سورتوں اور آیتوں کا کیا کرنا دشوار ہو جائے گا۔ چنانچہ اندیشہ حضرت صدیق پر ظاہر کیا۔ آپ نے فرمایا "تمہارا اندیشہ تو بجا ہے مگر جس کام کو خود رسول اللہؐ مسلم نے نہیں کیا میں کیسے کر سکتا ہوں؟" حضرت فاروقؓ نے جواب دیا "جو کچھ ہو۔ مگر یہ کام خدا کی قسم اچھا ہے۔" پھر یہاں تک اصرار کیا کہ حضرت صدیق کے دل میں یہ بات کلھکنے لگی۔ اور آپ نے حضرت زبیرؓ کو جو صحابہ میں اعلیٰ درجہ کے مستند قاری قرآن تسلیم کیے جاتے تھے بلا کے ان پر یہ اندیشہ ظاہر کیا۔ پہلے تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ جس کام کو رسول خداؐ مسلم نے نہیں کیا میں کیسے کروں؟ لیکن سمجھائے اور بار بار اصرار کرنے سے انکو بھی اسی ضرورت محسوس ہوئی۔ اور اس کام کے انجام دینے پر آمادہ ہو گئے۔ مگر انہیں یہ کام اس قدر اہم اور اتنا بڑا بارگراں نظر آتا تھا کہ سمجھنے نہ آتا اس اسلامی و دینی خدمت کو کیسے انجام دے سکیں گا۔

قرآن مجید کی آیتیں اور سورتیں کپڑوں کے ٹکڑوں - اونٹ کے شانے کی طرح
 لکھا ہوں - جلیوں - اور پتوں پر لکھی ہوئی تھیں اور بہت سے لوگوں کے سینوں میں
 محفوظ تھیں۔ اس لیے کہ اُس وقت تک موجودہ کاغذ نہیں ایجاد ہوا تھا۔ حضرت زید
 نے اُن سب کو اُسی ترتیب سے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سورتوں کے
 اندر مرتب تھیں یکجا کر کے کتاب کی صورت میں لکھا۔ اور اُس ساری وحی کو جو حضور اقدس
 صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تھی قلمبند کر لیا۔ اور یوں قرآن مجید عہدِ صدیقی میں مرتب و مکمل ہو گیا۔
 یہ زید بن ثابت کا لکھا ہوا نسخہ حضرت صدیق کی زندگی میں آپ ہی کے پاس رہا۔
 آپ کے بعد حضرت فاروق کی حفاظت میں آیا۔ اُن کے بعد اُنکی صاحبزادی حضرت
 اُم المومنین حفصہ کے پاس تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جب قرأتِ تلاوت
 قرآن میں اختلاف پڑا۔ مختلف قبائل کے لوگ اپنے اپنے لہجوں اور محاوروں کے
 مطابق جدا جدا آوازوں میں تلاوت کرنے لگے۔ اور یہ جھگڑا حضرت ذی النورین کے
 سامنے پیش ہوا تو آپ نے حضرت زید کے مرتب کیے ہوئے اُس نسخے کو جنابِ حفصہ
 سے منگو کر قریش کے محاورے اور لہجے کے مطابق اُس کی تصحیح کی۔ لغت قریش کو
 اصلی معیار قرار دے کے اختلافات کو دور کیا۔ پھر اُس صحیح شدہ نسخے کی متعدد نقلیں
 کرائیں۔ اُنکو مختلف ممالک میں بھیجا۔ اور حکم نافذ فرمایا کہ اسی کے مطابق تلاوت کی
 جایا کرے۔ اسی تصحیح و اشاعت کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو جامع قرآن کہا جاتا ہے ورنہ
 آیات قرآنی کے پہلے محافظ اور مرتب کرنے والے حضرت صدیق اکبر ہی ہیں۔

جناب صدیق اکبر کو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قدر ادب ملحوظ خاطر تھا کہ اگر
 خلافت میں منبر پر کھڑے ہوتے تو کبھی اوپر والے زینے پر قدم نہ رکھتے جس پر حضور سرور
 عالم کھڑے ہو کر کہتے تھے۔ ہمیشہ اُسکے نیچے والے زینے پر کھڑے ہوتے۔

ایک دن منبر پر کھڑے خطبہ پڑھ رہے تھے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جن کا
 ابھی بچپن کا زمانہ تھا آپ کو اپنے ناتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر دیکھ کر فرمایا "میرے دادا
 کی جگہ پر سے اُتر دو" حضرت صدیق نے فوراً اُنھیں گواہین اُٹھا لیا اور کہا "صاحبزادے
 آپ سچ کہتے ہیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی جگہ ہے" اتنا کہا اور حضرت رسالت کے
 دنیا سے اُٹھ جانے پر تدارد و تظاہر دے ملے۔ اس موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف رکھتے تھے

خیال کیا کہ یہ سیری تحریک نہ سمجھی جائے۔ نہ پایا نہ سمجھا کہ اس سیرت میں جسے
جوش گرمی کو دبا کے کہا ہے تنگ آپ کو اس سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ اور نہ میں آپ
کو الزام دیتا ہوں۔

حضرت صدیق اس زمانے کے اول درجے کے خطیب تھے۔ عہد صحابہ میں
دو ہی بزرگ اعلیٰ درجے کے نصیح الہیان اور بہترین اسپیکر اور آئینہ ماننے والے تھے۔
اول حضرت صدیق دوسرے حضرت علی۔ علی انساب عرب میں بھی آپ سے بڑا کوئی باہر
نہ تھا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ تاریخ قبائل عرب کے جانتے ہی کی وجہ سے حضور
سورہ عالم نے حسان بن ثابت کو شعر لے کر قریش کا رد و قدح کرنے میں حضرت صدیق
اکبر کے مشورہ لینے کا حکم دیا تھا۔ اس لیے کہ ان کے نسبوں اور ان کی نانہالی حالتوں
کا جاننے والا آپ سے بڑھ کر کوئی نہ تھا۔

اسی طرح خوابوں کی تفسیر کہنے میں بھی آپ کو اعلیٰ ترین ملکہ حاصل تھا۔ تفسیر
روایہ اور اہل کمالات نبوت کا ایک شعبہ ہے۔ اور امام من روفیا محمد بن سیرین فرماتے
ہیں کہ سب سے بڑے خواب کی تفسیر بتانے والے ابو بکر صدیق تھے۔

عہد خلافت میں کسی امر کا فیصلہ کرنے اور احکام شرع جاری کرنے میں آپ
ایک بہترین مجتہد کا کمال ظاہر ہوتا۔ اور یہ ہے کہ اسلام میں اجتہاد و افتاء کی بنیاد آپ
ہی کی ذات سے پڑی۔ سب سے پہلے قرآن شریف سے استدلال فرماتے۔ قرآن
عاموش ہوتا تو سنت رسول مسلم کی جستجو فرماتے۔ خود کوئی حدیث نہ معلوم ہوتی تو صحابہ
سے دریافت فرماتے۔ ان سے بھی اس بارے میں کوئی حدیث نہ ملتی تو اکابر صحابہ کو
جمع کر کے ان سے مشورہ کرتے۔ اسی وقت سے فقہاء کو یہ اصول اجتہاد ملا کہ احکام
شرعی کا یہ لگانے کے لیے پہلے کتاب اللہ سے پھر حدیث نبوی سے پھر اجماع سے کام
لیا جائے۔ پھر جب نئے اجماع کا فیصلہ حاصل کرنا دشوار ہوا تو مجتہدین کو قیاس سے
کام لینا پڑا جس سے محدثین اہل سنت و آراء میں بھاگتے رہے تھے۔ مگر نیز اسکے اختیار
کے تفقہ میں کام نہ لیا۔

آپ کے عہد میں دار و غریب اہل مال جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں پہلے حضرت زبیر
تھے۔ ان کے چار و بیسے جانتے کے بعد خود آپ نے اس کام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

تانی حضرت عمرؓ - نئی دکان کی خدمت حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ بن ثابتؓ انجام دیتے تھے۔ لیکن انھیں بزرگوں پر موقوف نہیں آپ کا مہول تھا کہ جو کھانا پڑھا پاس بیٹھا ہوتا اس سے یہ کام لے لیتے۔

محمدؓ نے حضرت صدیقؓ سے ۱۳۱ حدیثیں روایت کی ہیں۔ اور صحابہ کے دیکھتے یہ مقدار کم ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ تابعین کو جس وقت احادیث کی جستجو ہوئی اس سے بہت پیشتر حضرت صدیقؓ دنیا سے رحلت ہو چکے تھے۔ حضرت صدیقؓ کی انگوٹھی پر منقوش تھا ”نعم العباد اللہ“ یعنی اچھا قدرت رکھنے والا اللہ ہے۔ مگر فرمانوں اور صحابہ و ان پر جو ٹہری جاتی وہ وہی حضرت رسولؐ علیہ السلام کی نہ تھی۔ جس پر محمدؐ رسول اللہؐ منقوش تھا۔

شام میں صحابہ شہر دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ ایران کی فوج کا جوش ذرا دھیمہ تھا۔ اور جاڑوں کا موسم تھا کہ دو شنبہ کے روز۔ یہ جمادی الاخریٰ سنہ ۱۰ کو آپؐ ٹھنڈے پانی سے نہائے۔ اس نے نقصان کیا۔ اور بخار چڑھ آیا۔ پانچویں روز من گھڑے نکل کے مسجد میں آئے کی طاقت نہ رہی۔ اور نظر اگیا کہ یہی بخار مرض موت ہے۔ حضرت عمرؓ فاروقؓ کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ پندرہ روز تک وہ نماز پڑھاتے رہے۔

مرض کو شدت پکڑتے دیکھ کر لوگوں نے کہا ”کسی طبیب کو بلائیے۔“ فرمایا طبیب آیا اور کہتا ہے کہ میں جو چاہوں گا کروں گا۔ لوگ آپؐ کا مافی الضمیر سمجھ کے خاموش ہو رہے۔ آخر ۲۶ جمادی الاخریٰ کو سنہ ۱۰ میں شنبہ کے روز تیسرے سال کی عمر میں آپؐ نے فراتؓ بن ہریرہؓ کی راہ لی۔ بعض راویان حدیث کہتے ہیں کہ ایک سال پیشتر کسی یہودی نے آپؐ کو خنکے یا حیرے میں ملا کر زہر دیا تھا۔ آپؐ نے اور مشہور طبیب عرب حارث بن کلدہؓ نے اس زہر ملی غذا کو ایک ہی ساتھ کھا یا تھا۔ حادث نے کھانے کھاتے ہاتھ روک لیا اور کہا ”میں ایسا زہر دیا گیا ہے جو ایک سال بعد جان لے گا۔“ اور یہی ہوا۔ سال پورا ہوتے ہی آپؐ اور حضرت زیدؓ دونوں نے ایک ہی دن انتقال فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ”مجھے یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ان کے صیب صادقؓ اور یار غار حضورؐ سرور عالمؐ کی شہادت کے صدمے سے مارا جسکی غلش

ہر گھنٹہ دل میں موجود رہتی۔ کسی کی تعزیت کو جانتے تو کہتے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یا د کرو۔ جس سے بڑا کوئی صدمہ نہیں ہو سکتا۔"

وفات سے پہلے وصیت کردی تھی کہ میری بیوی اسما بنت عیس اور میرا بیٹا عبداللہ بن میری میت کو غسل دیں۔ اور کفن کے بارے میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہی آپ نے بھی بتایا کہ "میرے دو پہننے کے کپڑے تجھے پہنا دیے جائیں۔ اور ایک تیسرا کپڑا رسول نے لیا جائے۔" پھر ارشاد ہوا "کپڑے کی ضرورت مرد سے زیادہ وندے کو ہے۔ مرد کو جو کپڑے دیے جاتے ہیں وہ تو خواب اور منیٰ ہوتے کے لیے ہیں۔"

ان وصیتوں پر جب عمل ہو چکا۔ اور آپ تھلے اور کھدے جا چکے تو اسی وقت میں رکھ کے اٹھائے گئے جس میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اٹھائے گئے تھے مسجد نبوی میں حضرت عمر فاروق نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اور رات کے وقت آغوشِ محمد کے سپرد کیے گئے۔ قبر میں اتارنے کے لیے آپ کے فرزند عبدالرحمن۔ حضرت عمر۔ حضرت عثمان اور حضرت طلحہ اترے۔ یوں آپ حجرہ عائشہ میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چلو میں لٹا دیے گئے۔ تاکہ قیامت کو اپنے ہادی و رہبر اور اپنے دین و دنیا کے رفیق و انیس کے ساتھ ہی اٹھ کھڑے ہوں۔ و فوراً وہاں سے آپ کی قبر پر ایچھے ہٹا دی گئی۔ اور آپ کا سر حضرت رسالت کے دوش مبارک کے برابر رکھا گیا۔ انہاں آپ کی تربت پاک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربت انور و اطہر سے ذرا نیچے مٹی ہوئی ہے۔ پھر ویسی ہی تربت بنائی گئی جیسی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اور وہ دونوں قبریں باہم ملا کر ایک چوڑا بنا دیا گیا۔

حضرت صدیق کا حلیہ مبارک یہ تھا کہ گورا رنگ۔ خوش رو اور خوبصورت۔ آنکھیں اندر دھنسی ہوئی۔ رخسارے پچکلے۔ ڈبلا کبابی چہرہ۔ ننھے تنگ۔ اور ہاتھ ذرا پھیلا ہوا۔ بالوں میں آپ مہندی اور اسے کا خضاب فرماتے تھے۔

جو یوں اور اولاد کی کیفیت یہ ہے کہ عہد جاہلیت میں سب سے پہلے اپنے قتیلہ بنت عبد العزیٰ سے عقد کیا تھا۔ اُن کے بطن سے دو بھائی بن عبد اللہ اور حمزہ پیدا ہوئے۔ جاہلیت ہی میں دو مہر انکاح حضرت اُمّ الدیہ سے کیا۔ اُن کے بطن

ہستے بھی رو پھانگی ہیں۔ شہداء و شہداء کے زور و کرم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ پیدا ہوئے۔
بعد ازاں عہد اسلام میں آپ نے حضرت جعفر طیار کی بیوہ آسمانیت ہمیں سے عقد
کیا۔ انکے بطن سے اکیلے محمد بن ابی بکر پیدا ہوئے۔ پھر سب کے بعد آپ نے ایک انصاف
خاتون جنتیہ بنت خارجہ سے نکاح کیا۔ اُن کے بطن سے آپ کی وفات کے بعد
ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں جو کا نام ام کلثوم رکھا گیا۔

دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ نے دنیا سے اسلام پر جو سب سے بڑا احسان
فرمایا یہ تھا کہ حضرت عمر فاروق کو اپنا جانشین منتخب فرمائے۔ حضرت عمر کی نسبت
عام خیال یہ تھا کہ نہایت سخت اور درشت مزاج بزرگ ہیں۔ اس سبب کے دور کرنے
کے لیے آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو بلا بھیجا۔ اور پوچھا ”عمر فاروق کی
نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟ اور بتائیے وہ کیسے آدمی ہیں؟“ انھوں نے کہا ”اگر اُنکی
نسبت آپ جو بہتر سے بہتر رائے قائم کر سکیں اُس سے بھی وہ اچھے ہیں۔ مگر اُن
اُن میں ذرا سختی و درشتی ہے“ سن کر فرمایا ”بے شک ہے۔ مگر اس کا سبب یہ
تھا کہ مجھ کو نرم پاتے تھے۔ لیکن جب عثمان حکومت خود اُنکے ہاتھ میں ہو گئی تو اس
سختی کا بہت کچھ حصہ جاتا رہے گا۔ میں برابر اُن کی حالت کا اندازہ کرتا رہا ہوں
جس کسی پر میں غصہ کرتا اُسکے حق میں اُنہیں تو مہر آ۔ اور جس کے ساتھ میں نرمی کرتا
اُس کے معاملے میں اُنہیں سخت پاتا۔“

اس کے بعد آپ نے حضرت عثمان کو بلایا اور اُن سے بھی یہی سوال کیا۔ اُنھوں
نے فرمایا ”عمر کا باطن اُنکے ظاہر سے اچھا ہے۔ اور ہم میں اُن کا سا ایک شخص بھی
نہیں ہے“ دونوں صاحبوں سے یہ اطمینان بخش جواب پا کر آپ نے اُن سے
فرمایا ”لیکن ابھی اس گفتگو کو کسی اور پر ظاہر نہ کیجیے گا۔ لیکن چونکہ حضرت عمر سی نبوی
میں نماز پڑھا رہے تھے اس لیے صحابہ میں شہرت ہو گئی کہ ”حضرت مدین اپنی جانشینی
کے لیے حضرت عمر کو نامزد فرماتا چاہتے ہیں“

چنانچہ حضرت علیؓ عیادت کو آئے تو آتے ہی کہنے لگے ”آپ نے عمر کو اپنا جانشین
قرار دیا ہے۔ آپ کے سامنے ہی لوگوں کے ساتھ اُن کا جو تاہم ظاہر ہے جب
خود شہر بوجائیں گے تو کیا کچھ ذکر کریں گے؟ آپ اس وقت خدا کے پاس جا رہے ہیں۔“

اُس نے اگر پوچھا کہ آپ رعایا کو کس کے سپرد کر آئے تو کیا جواب دین گے؟ یہ اندازہ گفتگو دیکھ کر حضرت صدیق کو طیش سا آگیا۔ تیارداروں سے کہا "مجھے اُٹھا کے بٹھاؤ" اور جب بٹھائے جا چکے تو ظلم کی طرف دیکھ کر فرمایا "مجھے آپ خدا کا خوف دلاتے ہیں؟ سُنیے۔ خدا سے کہوں گا کہ میں اُس شخص کو اپنا جانشین مقرر کر آیا ہوں جو تیرے لوگوں میں سب سے زیادہ نیک ہے۔"

بعد ازاں حضرت عثمان کو بلوا کر یہ وصیت نامہ لکھوانا شروع کیا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ ابوبکر کی یادداشت ہے تمام مسلمانوں کے نام۔ اما بعد۔۔۔۔۔ اتنا ہی لکھوانے پائے تھے کہ اوقات کا غلبہ ہوا۔ اور بیہوش ہو گئے۔ حضرت عثمان نے یہ حالت دیکھی تو بے تباہی کہہ لیا کہ "اما بعد۔ میں نے تمہاری حکومت کے لیے عمر بن خطاب کو اپنا جانشین مقرر کیا۔" گھڑی پھر کے بعد حضرت صدیق کی آنکھ مٹلی تو پوچھا کیا لکھا؟ حضرت ذی النورین نے جو الفاظ لکھے تھے سنا دیے۔ سن کر خوش ہوئے۔ اور بڑھ بسٹ میں فرمایا "اللہ اکبر" پھر حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا "عالمنا تمہیں اندیشہ ہو گا کہ اسی غفلت میں میرا دم نکل گیا تو لوگوں میں اختلاف پڑ جائے گا؟" عرض کیا "جی ہاں۔" فرمایا "خدا سے" اسلام سے اور اہل اسلام سے تمہیں جرنلے خیر ملے۔"

جب یہ وصیت نامہ مکمل ہو چکا تو فرمایا کہ باہر لیجا کر جمع عام میں سُنا دیا جائے۔ اس غرض سے لوگ مسجد نبوی میں جمع کیے گئے۔ اور آپ کا ایک قلام اس وصیت نامے کو لیکر آیا کہ پڑھو گئے سنائے۔ حضرت عمر اس قلام کے ساتھ تھے۔ لوگوں کو شور و غل کرتے دیکھ کر یہ آواز بلند کیا "خاموش۔ خلیفہ رسول اللہ کا فرمان سن لو۔" سب لوگ خاموش ہو گئے۔ وہ تحریر سنائی گئی۔ اور سب نے ہر طرف سے فریاد بلند کیے کہ ہمیں ہر وحشیم قبول ہے۔

اس موقع پر خود حضرت صدیق نے بھی اپنے مکان سے سر نکال کے پوچھا جس شخص کو میں نے اپنا جانشین کیا ہے اُس سے تم سب راضی ہو؟ یا دہے کہ میں نے اپنے کسی عزیز کو نہیں منتخب کیا ہے۔ بلکہ عمر کو منتخب کیا ہے۔ تم سب اُسے علم کو سنو۔ اور امن کی اطلاع کرو۔ سب نے یہ اعلان کیا "ہم نے سنا اور مانا۔"

اس کا ردروائی کے بعد حضرت صدیق نے جناب فابروق کو بلا کے "میں اطلاع

فرمائی کہ: "احباب رسول اللہ صلعم پر حکومت کرنے کے لیے میں نے تمہیں بتایا جاؤ اشین مقرر کیا ہے۔" پھر انھیں نصیحتیں فرمائے گئے کہ "عمر کیا تم نہیں دیکھتے کہ قرآن مجید میں نرمی کی آیتوں کے ساتھ ہی ساتھ سختی کی آیتیں اور سختی کی آیتوں کے ساتھ ساتھ نرمی کی آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ مومن میں ذوق و شوق بھی رہے اور خوف و بیم بھی۔"

نصیحتیں اپنا پورا کام کر گئیں۔ حضرت عمرؓ میں ان پر عمل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ اور مسلمانوں کے سامنے انھوں نے کھڑے ہو کر جو پہلی تقریر فرمائی اُس میں یہ دعائیہ الفاظ موجود تھے کہ "ہذا دینا۔ میں سخت ہوں مجھے نرم بنا دے۔" بعد ازاں عہدِ قادوسی میں جب مسلمانوں نے ان کی طبیعت و فطرت میں یہ انقلاب دیکھا کہ وہ سی بزرگ جو عہدِ رسالت میں ہر شخص کی ادنیٰ لغزش پر اُس کا سر اڑانے کو تیار ہو جاتے۔ اور بعدِ یقین میں ایک ایسی بدگمانی پر غالب بن کر لید کی جان لینے کے درپے تھے اب ایسے قہرِ قلب و فروتن اور نرم دل بن گئے کہ بات پر رونا آتا ہے۔ ایک بڑھیا ڈانٹتی ڈھپتی ہے اور روپ جاتے ہیں۔ ایک معمولی مسلمان تلوار سے دھمکاتا ہے اور خوش ہوتے ہیں تو سب سچیر اور حضرت صدیقؓ کی نصیحت کے معجزانہ اثر کے قائل تھے۔ اور جس شخص سے خوف کھاتے تھے اُسی کو اپنے اور ساری امتِ محمدیہ کے حق میں رحمتِ اُعلیٰ تصور کرتے تھے۔ یہ تھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ جن کی بابرکت ذاتِ ملکوتی صفات۔ حُسنِ تدبیر۔ حُسنِ اخلاق۔ پیرویِ شرع۔ حمایتِ دین اور شاعتِ اسلام کا عظیم المثالِ نمونہ تھی۔ اسلام انھیں کی کوشش سے عرب میں قائم رہا اور ساری دنیا میں پھیلا۔ ہم جو مہدوستان میں اور ہمارے بھائی جو مشرق و مغرب میں آج توحید کا کلمہ پڑھ رہے ہیں انھیں کی برکت ہے جو قیامت تک قائم رہے گی۔ اور کسی طرح نہیں بھول سکتی۔

اس موقع پر یہ بتانے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ عہدِ صحابہ سے لے

کے آخرِ عہد۔ ابوعبید اسلمؓ کا تمام اکابر امت اور ائمہ سلف خصوصاً بزرگانِ اہلبیتؑ نبوت نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا خیالات ظاہر فرمائے۔ تاکہ بخوبی روشن ہو جائے کہ دنیا ہمیشہ آپ کو کس ادب و احترام کی

نظر سے دیکھتی رہی۔ خود حضرت رسالت نے آپ کی نسبت جو کچھ ارشاد فرمایا وہ آپ کے فضائل میں داخل ہے۔ اور تھوڑا بہت اس میں سے بیان بھی کیا جا چکا۔

حضرت عبداللہ بن عباس جو ارکان بنی ہاشم میں سے تھے۔ اور بالاتفاق قرآن مجید کے سب سے پہلے مفسر تسلیم کیے گئے ہیں قرآن مجید کی آیت کریمہ وَمَثَلُكُمْ فِي الْأَنْجِلِ كَمَا فِي الْإِنْجِيلِ فَارْجُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (مائدہ ۱۰۹) کی انجیل میں مثل کھیتی کے ہے کہ اپنا انکھو انکال۔ پھر اس میں بیان انجیل پھر اسکی پیڑمائی ہوئی۔ بعد ازاں وہ قائم ہو گئی۔) کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہیسی سے مراد رسول خدا صلیم ہیں۔ انکھو سے مراد ابوبکر صدیق ہیں۔ تپیان کھنے سے مراد عمر فاروق ہیں۔ پیڑمائی کے موئے ہونے سے مراد عثمان ذوالنورین ہیں۔ اور قائم ہونے سے مراد علی مرتضیٰ ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کے یہ ہے کہ حضرت آبی بن کعب فرماتے ہیں میں نے بارگاہ

رسالت میں سورہ والعصر پڑھی۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ان باپ آپ پر خدا ہوں اس صورت کی تفسیر ارشاد ہو۔ فرمایا "وَالْعَصَمُ قَوْلُ اللَّهِ جَلَّ شَانُهُ" کی قسم ہے جس میں وہ پروردگار عالم آخر روز کی قسم کھا کے فرماتا ہے۔ اِنْ اَكَلْتُمُ الْمَالِ الْفَحْشَیَّ (مائدہ ۱۰۹) مراد اس سے ابوجہل بن ہشام ہے۔ پھر فرمایا "اَلَا لَيْتَ لَوْ اَنَّكُمْ" اس سے مراد ابوبکر ہیں۔ بعد ازاں ارشاد ہوا "وَعَلَى الْفَصْلِ" اس سے عمر مراد ہیں پھر کہا "وَقَوْلَا صَوَابًا" اس سے مراد علی ہیں۔

خود حضرت علی نے ایک بار اپنے ایک حوٹانی خطبے کے آخر میں ارشاد فرمایا "جان لو کہ تمہارے بنی کے بعد عام آدمیوں سے افضل ابوبکر صدیق ہیں پھر عمر فاروق پھر عثمان ذی النورین۔ اور ان کے بعد میں"۔

لوگوں نے ایک بار حضرت صدیق کے بارے میں حضرت عمر بن عباس سے سوال کیا فرمایا "خدا ان پر رحمت کرے۔ وہ خداوت قرآن کرتے تھے۔ بڑا یوں سے متفرق تھے۔ بڑی باتوں سے روکتے تھے۔ اچھے باتوں کا حکم فرماتے تھے۔ خیر پر بھروسہ کر کے ہر عیبت میں صبر کرتے تھے۔ یہود و امور سے بیزار تھے۔ راتوں کو نماز میں گرہتے اور دنوں میں روتے رہتے۔ دین الہی کے بارے میں تھے۔ اور خدا سے خائف۔ ناجائز امور کے تارک تھے۔ اور بڑا یوں کے دشمن۔ یہ سب گاری و قناعت میں

انھیں تمام صحابہ پر فوقیت حاصل تھی۔ اور یہی دلائل و اہانت داری میں سب سے
بڑھ گئے۔

نجدی نے اپنی اربعین میں روایت کی ہے کہ ایک بار لوگوں نے حضرت
جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اصحاب رسالت کے متعلق سوال کیا فرمایا: ابو بکر
صدیق کا دل مشاہدہ ربوبیت کے انوار سے پرنیہ تھا۔ اور خدا کے ساتھ
کسی اور چیز پر اُن کی نظر ہی نہ پڑتی تھی۔ اور اسی وجہ سے اُن کی زبان پر اکثر
کلمہ لا الہ الا اللہ جاری رہتا۔ غم فاروق عظمت باری تعالیٰ کے مقابل تمام
ناسوی اللہ کو حقیر و ذلیل دیکھتے۔ اور بجز خدا کے دوسرے کی تعظیم جائز نہ سمجھتے۔
اسی وجہ سے اُن کی زبان پر کلمہ اللہ اکبر جاری رہتا۔ عثمان بن عفان
ہر اسوا اللہ چیز کو معیوب مانتے۔ اس لیے کہ وہ قنایہ پر ہے۔ اور بجز خدا
کی تنزیہ و تقدیس کے انھیں کسی بات کا خیال ہی نہ آتا۔ اور اسی لیے اُن
کی زبان پر جاری تھا سبحان اللہ۔ اور علی بن ابی طالب عالم ہستی کی
ہر شے کے ظہور کو خدا سے اور اسکی ہستی کو خدا کی ذات سے وابستہ دیکھتے۔ اور
سب کا مرجع و مادی اُسی کی ذات کو جانتے۔ اسی وجہ سے اُن کی زبان
پر رہتا۔ الحمد للہ۔

حضرت زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہ اہل عراق کی طرف
متوجہ ہو کر فرمایا کرتے: "اے اہل عراق ہم سے محبت کرو تو وہ جو اسلامی
محبت ہے۔ خدا کی قسم تم نے ہماری محبت کو مفشوش کر دیا۔ اس لیے کہ ابو بکر
و عمر سے بغض رکھنے لگے۔"

ابن ابی حفصہ نے حضرت زین العابدین کے فرزند جناب محمد باقر
سے ابو بکر و عمر کی نسبت سوائی کیا۔ وہ شاد ہوا۔ دونوں عادل امام تھے۔ تو انھیں
دوست رکھ۔ اور اُن کے دشمنوں کو دشمن جان۔ ابن ابی حفصہ کہتا ہے
"پھر میں نے یہی سوال جناب باقر کے فرزند حضرت جعفر صادق کی خدمت
میں حاضر ہو کر کیا فرمایا۔ کیا ابو بکر صدیق میرے نانا تھے۔ مجھے اپنے دادا
محمد صلعم کی فرماعت نہ نصیب ہوا اگر میں اپنے دادا اور نانا دونوں سے

محبت نہ رکھوں اور ان کے دشمنوں سے بیزار نہ رہوں؟

حضرت جعفر صادق رضی اللہ کی والدہ ماجدہ اُم فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی کبیر صدیق یقین چنانچہ اسی بنا پر آپ اکثر اس پر کہ حضرت صدیق اکبر آپ کے مائے خضر فرمایا کرتے تھے۔
حضرت حمزہ قرظی اللہ عنہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو ابو بکر و عمر کی فضیلت نہ جانتا ہو وہ سنت نبوی سے جاہل ہے۔

ایک اور مرتبہ لوگوں نے حضرت حمزہ پر چھاپا ابو بکر و عمر کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟
ارشاد ہوا ان کو میں دوست رکھتا ہوں ان کے لیے دعا ہے مغفرت کرتا ہوں اور اپنے تمام اہلیت میں سے میں نے کسی کو بھی نہ پایا جو ان کو دوست نہ جانتا ہو چنانچہ ایک مرتبہ آپ کو سامنے بعض لوگوں کی نسبت کہا گیا کہ وہ ابو بکر کو برا کہتے ہیں فرمایا وہ لوگ دین سو خراب ہو گئے۔
انھیں حضرت سے یہ بھی مروی ہے کہ ارشاد ہوا جس کسی نے ان دونوں بزرگوں کو برا کہتا ہے اس کا اجر تو ابو بکر و عمر کا نصف منافقت ہے۔ اور انصاف کا نصف بھی منافقت ہے۔
نبی اشتم کے درمیان اور نبی عدی (حضرت عمر کے قبیلے) اور نبی تیم (حضرت صدیق کے قبیلے) کے درمیان جہا لیت میں بخش تھی جب سب مسلمان ہوئے تو آپس میں دوست بن گئے۔ اور خزانے عناد کو ان کے دلوں سے نکال دیا۔ یہاں تک کہ ایک دن حضرت ابو بکر کے زیرِ نمان درواٹھا تو حضرت علیؑ انہا با تم گرم کر کے مقام باؤن پر بھرتے اور اسکو سیکھتے تھے چنانچہ آیہ کریمہ وَتَرَعْنَا مَافَرَضْنَا وَهَرَطَ مَوْغَلٌ اِخْوَانًا عَلٰی شَمْرِ مِثْمَاطٍ اِشْتَرَا لَمَلًا نکال دی گئے وہ کھوٹا جو دلوں میں بھی بھائی بھائی میں۔ اور تختوں پر ایک دوسرے کے مقابل بیٹھتے ہیں انھیں بزرگوں کے بارے میں نازل ہوئی۔

حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ عہدِ رسالت میں ابو بکر کے اہل و عیال محمد صلعم کے اہل و عیال میں شامل سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ فتح خیبر کے وقت رسول صلعم نے وہاں کی غورگین اور کشمش مہاجرین و انصار میں تقسیم فرمائیں اور غلہ یعنی گیہوں اور جو صورت نبی ہاشم کو دیے اور انھیں کے ساتھ غلہ میں سے ابو بکر کو بھی دیا۔ اور غلہ میں بجز ان کے اور کوئی نہیں شریک کیا گیا۔

حضرت ابو بکر و عمر کی نسبت جناب موسیٰ کاظم سے سوال کیا گیا تو فرمایا ابو بکر میرے دادا ہیں اور عمر میری بیوی کے دادا کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے دادا و دادا بی

بیوی کے دادا سے ناراض ہوں گا؟

حضرت زین العابدین کے دوسرے فرزند جناب زید شہید اکثر فرمایا کرتے
آپ بزرگ و عمر سے بیزاری ظاہر کرنا خود حضرت علی سے بیزاری کا اظہار ہے۔

ائمۃ اہلبیت کے یہ اقوال ہم نے کتاب "الریاض النضرہ" سے لیے ہیں جو
اہلسنت کی نہایت مستند اور قدیم کتاب ہے۔ یہی اور اسی قسم کے بہت اقوال شیعوں
کی کتب حدیث میں بھی موجود ہیں۔ مگر انھوں نے ان کی نسبت علماء شیعوں کا یہ بیان
ہے کہ حضرات بزرگان اہل بیت نے تقیہ کی حالت میں ارشاد فرمایا۔

یہ تھی حضرت صدیق اکبر کی ذات ملکوتی صفات۔ اور یہ ہیں دین اسلام
اور امت محمدی پر ان کے احسانات جو نہ ہستی دنیا تک قائم رہے۔ مگر اہل حق
مگر دنیا تو کتنی بڑی کافر نعمت اور ناسیاس ناسکر اور محسن آزار ہے
کہ ایسے قدسی صفات بزرگ کو بھی لوگ برا کہتے اور گالیوں دیتے ہیں افسوس
یہ نفسوس قدسیہ اس قابل تھے؟ اور علامہ کلمۃ اللہ اور اشاعت دین کا
عملہ مسلمانوں سے یہی ملنا چاہیے تھا؟

قیل از الرسول قد کفنا

قیل از لای الاذہ و ال

من لسان الوری کیف انا؟

ما یحیی اللہ والرسول صلاً

یعنی لوگوں نے خدا کو ہمت لگائی کہ اس کے بیٹا ہے۔ رسول کے بارے
میں کہا کہ وہ کاہن و ساحر ہیں خلقت کی زبان سے جب خدا و رسول بھی
نہ بچ سکے تو پھر کسی کی کیا ہستی ہے؟

دکندار کی مکمل جلدیں

جلد ۱۹	جلد ۱۱
جلد ۱۸	جلد ۱۰
جلد ۱۷	جلد ۹
جلد ۱۶	جلد ۸
جلد ۱۵	جلد ۷
جلد ۱۴	جلد ۶
جلد ۱۳	جلد ۵
جلد ۱۲	جلد ۴

دکندار کی مکمل جلدیں	دکندار کی مکمل جلدیں
جلد ۱۱	جلد ۱۰
جلد ۱۲	جلد ۹
جلد ۱۳	جلد ۸
جلد ۱۴	جلد ۷
جلد ۱۵	جلد ۶
جلد ۱۶	جلد ۵
جلد ۱۷	جلد ۴
جلد ۱۸	جلد ۳
جلد ۱۹	جلد ۲
جلد ۲۰	جلد ۱

مولانا شہر کے مشہور دکندار اور دکنداروں کے
نے زبان اردو کے متعلق تحریر کیا ہے جو کہ دکنداروں کے
محمود یا خیر ملے دن کو ایک سال خیر ملے رہتے ہیں
اگر وہ دوسرے برس بھی خیر ملے ہیں تو یہ ایک نیا
اول مفت نہ کیا جاتا ہے اور دوسری سال و بعد کے
چند سال اور محصول لک بھری بی سوا نہ کر دیا جاتا ہے
سالانہ محصول لک بھری دکنداروں کی بی سوا نہ کر دیا جاتا ہے
بھری بی سوا نہ کر دیا جاتا ہے اور دوسری سال و بعد کے
تحت ۱۲- بیحد دکندار لکھیا

مولانا شہر کے تہیانی ناول

مشہور مصنفین کی کتابیں

علاقہ شاعری	خواجہ عشرت گنجوی	مولانا شہر کے تہیانی ناول
الفارسی	۱۸	آغا صادق کی شادی ایک دلچسپ قصہ ۱۰
سیرۃ النعمان	۱۸	نکاح کا ڈاکو اول حرام پور کے نواب کا
سوانحی مولانا	۱۸	اعمال نامہ ہر دو حصہ
بیان خسرو	۱۸	دیچسب
سوانح انیسویں	۱۸	اسرار دور اور حرام پور حرام پور کے نواب
مثنوی صبح امید	۱۸	کے دس غنہ حالات ہر دو جلد
ادب تک زب	۱۸	عیب دان دولہن حیرت انگیز غیبی
حیات حافظ	۱۸	الفانسیو ایک سماج شناس تاریخی ناول ۱۲
حیات سعدی	۱۸	ایک خرمی سلطنت عباسیہ کے زمانے کا
مجموعہ نظم	۱۸	ایک تاریخی ناول ہر دو جلد
حکیم محمد علی خان	۱۸	ڈرامے اور نظمیں
رام پاری	۱۸	اسیری بابل گولڈ اسمتھ کے ایک ڈراما نظم
عبرت کامل	۱۸	اردو ترجمہ
حسن و سرور	۱۸	زمانہ اور اسلام ایک پرسوز و گلاب
گورا	۱۸	نچرل نظم
نیل کا سانپ	۱۸	شہر و غناظہر اسپین میں زوال
جعفر عباسہ	۱۸	دولت عرب کی تصویر
ابرام مصری	۱۸	شب عشق ذوق کی تہا بیان اور
نقدیہ	۱۸	بے قرار
دول دہوی	۱۸	تب وصل ذوق کے بعد وصل کا بیان

المشتر آپ کا خادم حکیم محمد سراج الحق منیر دکندار کٹرہ بزنس مین